ماہنامہ جہد حق

HRCP
پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

Monthly JUHD-E-HAQ - May-2020 - Registered No. CPL-13 (قیمت 10 روپے) جلد نمبر 27......شمارہ نمبر 05 ...... مئی 2020

حقوق کے تحفظ کا خواب ۲۰۱۹ میں بھی شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا

☆انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:			
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال	مہینہ	تاریخ
3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں	محلّہ	
	ڈاک خانہ	تحصیل وضلع	
4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں	نہیں	
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)			

6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل

7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کارکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			

10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	بااثر صلاحیت/سیاسی اثر ورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	

15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے

رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آسکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف پُر کر کے بھیجیں۔

فہرست

پریس ریلیزیں 03

2019 کے دوران پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتحال (اہم نکات) 05

قومی اتحاد کی اشد ضرورت ہے 09

وبا کے دنوں میں سیاست 10

پانچ دریاؤں کی بیٹی 11

کووڈ-19 پر ردعمل کے انسانی حقوق پر اثرات 12

بلوچ والدین اپنے بچے سکول بھیجنا بند کر دیں! 22

سماج کے کمزور ترین طبقے نظر انداز رہے

ایچ آر سی پی نے انسانی حقوق کی صورت حال 2019 سالانہ رپورٹ جاری کردی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے مطابق سماجی ومعاشی امتیاز نے ملک کے کمزور ترین طبقوں کو اُس مقام پر لا کھڑا کیا ہے جہاں سے وہ نہ مقتدرہ کو نظر آرہے ہیں نہ اُن کی آواز سُنی جارہی ہے۔ ایچ آر سی پی کے اعزازی ترجمان آئی اے رحمان نے 2019 کے دوران پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال کو تشویشناک قرار دیا اور کہا کہ حالیہ عالمی وباء کے 'انسانی حقوق کے مستقبل پر منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں'۔ ایچ آر سی پی کی اہم ترین سالانہ دستاویز '2019 میں انسانی حقوق کی صورت حال' کے اجراء کے موقع پر سیکریٹری جنرل حارث خلیق نے کہا: 'گذشتہ برس سیاسی اختلاف رائے پر منظّم پابندیوں، صحافتی آزادیوں کی سلبی اور معاشی ومعاشرتی حقوق سے مکمل لاپرواہی برتے جانے کے سال کے طور پر یاد رکھا جائے گا'۔ اُن کا مزید کہنا تھا کہ '2019' کی رپورٹ میں ہر وفاقی اکائی اور انتظامی علاقے پر الگ سے ابواب شامل کیے گئے ہیں تاکہ رپورٹ میں ہر علاقے کی نمائندگی ہو اور کوئی بھی اس میں شامل ہونے نہ رہ جائے۔'

پاکستان اپنے کمزور ترین شہریوں کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہا ہے: بلوچستان کی کانوں میں مشقّت کرنے والے بچوں سے جنسی زیادتی کی اطلاعات سامنے آئی ہیں، جبکہ چھوٹے بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی، اُن کے قتل اور لاشیں پھینکے جانے کی اطلاعات خوفناک حد تک معمول کا حصّہ بن گئی ہیں۔ عورتوں کو 'غیرت' کی بھینٹ چڑھانے کی روایت جاری رہی، اور ان جرائم میں پنجاب سرفہرست رہا۔ اسی طرح پاکستانی ریاست ان کی حفاظت نہیں کر پا رہی جن کے تحفظ کی اس پر ذمہ داری عائد ہے: ملک کے انتہائی پرہُجوم جیلوں میں قیدیوں کو غیر انسانی حالات میں رکھنے کا سلسلہ جاری ہے۔

بڑی تعداد میں صحافیوں نے بتایا ہے کہ ریاستی پالیسیوں پر تنقید کا کام اور زیادہ مشکل ہو گیا ہے۔ ایچ آر سی پی کی سابق چیئر پرسن زہرہ یوسف نے کہا کہ ان پابندیوں نے اور ساتھ ہی ساتھ سوشل میڈیا پر قدغنوں اور ذرائع ابلاغ پر دیدہ و دانستہ مالیاتی دباؤ نے آزادیٔ صحافت کی عالمی فہرست میں پاکستان کو اور زیادہ نیچے گرا دیا ہے۔

لوگوں کیلا پتہ ہونے کی اطلاعات سامنے آتی رہیں۔ یہ انتہائی ضروری ہے کہ حکومت جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دینے کا اپنا عہد پورا کرے۔ بالکل اسی طرح ابھی تک فعال حراستی مراکز کو کسی بھی طرح سے جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ایچ آر سی پی کی ڈائریکٹر فرح ضیاء نے کہا: "جہاں تک بلوچستان اور خیبر پختونخوا کا تعلق ہے انہیں تاریخی طور پر نظر انداز کیا جاتا رہا- اگر ریاست وفاق کو مستحکم کرنے میں سنجیدہ ہے تو پھر ان دونوں صوبوں کے حقیقی مسائل کا اعتراف اور سیاسی حل ناگزیر ہے۔"

مذہبی اقلیتیں عقیدے کی آزادی سے محروم رہیں جس کی آئین نے اُنہیں ضمانت دے رکھی ہے۔ کئی اقلیتی برادریوں کے لیے یہ زیادتی اُن کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی، نوجوان عورتوں کے مذہب کی جبری تبدیلی، اور روزگار کے حصول میں مسلسل امتیازی سلوک کی صورت میں سامنے آئی۔

اگرچہ پاکستان نے اپنی تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی فوجی حکمران کو سنگین بغاوت کے جرم میں سزا پاتے دیکھا ہے لیکن آئین کی پاسداری اَب بھی فکرمندی کا سبب بنی ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر، پنجاب، خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں مقامی حکومتوں کے انتخابات میں طویل تاخیر کو دیکھیں تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ دفعہ 140-الف کا مؤثر اطلاق ہنوز تشنہ تکمیل ہے۔ طلبہ یونینز کی بحالی اور مزدور یونینز کی تشکیل اور سرگرمیوں پر بندشیں غیر آئینی ہیں-

چیئر پرسن ڈاکٹر مہدی حسن نے کہا ہے کہ اگست 2019 سے ہندوستانی مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی شدید خلاف ورزیاں اور اس صورت حال کے علاقائی امن واستحکام پر پڑنے والے ممکنہ اثرات ایچ آر سی کے لیے بدستور تشویش کا باعث ہیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 30 اپریل 2020]

طبی عملے کی حفاظت کو فوقیت دی جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے صوبائی حکومت سے مطالبہ کیا ہے وہ پنجاب میں ہڑتال پر بیٹھے نوجوان ڈاکٹروں کے جائز مطالبات پر توجہ دے۔ صحت عامہ کے بحران میں ملک کو طبی عملے کی ضرورت سے اُن کا پیشہ ورانہ صحت اور سلامتی کا حق ختم نہیں ہو جاتا نہ ہی اس سے پولیس اہلکاروں کے جبر کو جواز مل سکتا ہے جنہوں نے ہڑتال کو طاقت کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کی۔

گرینڈ ہیلتھ الائنس کے نمائندوں کی پیش کردہ کئی شکایات تشویش کا باعث ہیں۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ سرکاری ہسپتالوں میں طبی عملے کے لیے کورونا وائرس کے معائنے کی سہولیات شدید نا کافی ہیں، اور یہ کہ وزارت صحت ذاتی حفاظتی ساز وسامان صرف اُن ڈاکٹروں اور نرسوں کو مہیا کرتی ہے جو کورونا وائرس تنہائی وارڈز میں کام کرتے ہیں۔ البتہ، تمام طبی عملہ اُس وقت تک غیر محفوظ رہے گا جب تک وہ کسی ہسپتال کے کسی بھی حصے میں کام کرتا رہے گا۔

ہڑتالی ڈاکٹروں نے یہ شکایت بھی کی ہے کہا اُن کے وباء سے متاثر ہساتھیوں کو خستہ حال وارڈز میں رکھا جا رہا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مریضوں کے وارڈز کی حالت اس سے بھی بری ہوگی۔ ڈاکٹروں کا یہ خوف بھی بڑا پریشان کن ہے کہ اگر وہ اپنے خدشات اجاگر کرنے کے لیے ذرائع ابلاغ سے رجوع کرتے ہیں تو پھر مبینہ طور پر وزارت صحت کے کہنے پر اُنہیں ملازمت سے نکالا جا سکتا ہے۔ اگر اس وباء کے خلاف لمبی لڑائی جیتنی ہے تو پھر ان تمام خدشات کا فوری و منصفانہ ازالہ کرنا ہوگا۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 20 اپریل 2020]

وفاقی حکومت میں قوت فیصلہ کے فقدان نے کوویڈ 19 کے خلاف جدوجہد کو شدید متاثر کیا ہے

کوویڈ کے مسلسل بڑھتے ہوئے کیسز جیسی صورت حال میں وفاقی حکومت صحت عامہ کے اس بحران سے جس طریقے سے نبٹ رہی ہے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو اس پر شدید تشویش لاحق ہے۔

وفاقی حکومت کے اقدامات میں کوئی واضح حکمت عملی نظر نہیں آ رہی۔ ایک ایسی واضح حکمت عملی جس کے بغیر وباء پر قابو پانا اور ملک کے پہلے سے کمزور صحت عامہ کے نظام پر بوجھ ہلکا کرنا ممکن نہیں۔ اسلام آباد کی حکومت نے لاک ڈاؤن کے متعلق ملے جلے پیغامات پھیلا کر اور سندھ میں اپنے حامیوں کو صوبائی حکومت کے اقدامات کو اہمیت نہ دینے کی ترغیب دے کر عوام کو تذبذب میں ڈالا ہوا ہے۔

نسبتاً زیادہ ترقی یافتہ ملکوں سے سیکھنے کی بجائے جو اس وبا کے ہاتھوں بڑی تباہی سے دوچار ہوئے ہیں، وفاقی حکومت ابہام اور بے دلی کا شکار ہے۔ پریشان کن بات یہ ہے کہ پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کی واضح تنبیہات کے باوجود، حکومت نے بعض مذہبی پیشواؤں کے دباؤ میں آ کر رمضان کے مقدس مہینے میں اجتماعات کی اجازت دے دی ہے جو کہ دیگر مسلم ممالک میں لاک ڈاؤن کے نفاذ کے فیصلوں کے سراسر منافی اقدام ہے۔ ایک ایسے وقت میں جب پاکستان بھر میں آبادی کا بہت بڑا حصہ خطرے سے دوچار ہے، یہ دیکھ کر بہت مایوسی ہو رہی ہے کہ وفاقی حکومت صوبائی حکومت پر اپنی سیاسی برتری ثابت کرنے پر لگی ہوئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ بڑے کاروباروں اور مذہبی حلقوں کے آگے جھکنے کی پالیسی پر گامزن ہے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 23 اپریل 2020]

ریلیف کی کاوشوں میں تاخیر پریشان کُن امر ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے حکام کی توجہ اس حقیقت کی طرف دلانا چاہتا ہے کہ پسماندہ طبقے خوراک کے راشن اور دیگر ضروریات زندگی کی فراہمی میں تاخیر پر پسے ہوئے طبقوں میں پریشانی اور محرومی کا شدید احساس جنم لے رہا ہے۔

ایچ آر سی پی کا خیال ہے کہ وفاقی حکومت کی سطح پر واضح اور متفقہ مؤقف کی کمی وزیر اعظم کا وباء کے حوالے سے مؤقف کچھ اور ہے جبکہ سرکاری اہلکاروں کا کچھ اور صورت حال میں اور زیادہ بگاڑ پیدا کر رہی ہے۔ یہ تاخیر بہت جلد امن عامہ کے مسائل پیدا کر سکتی اور فسادات کا موجب بن سکتی ہے۔

نئے ادارے بنانے پر مزید وقت ضائع کیے بغیر، راشن کی تقسیم کے لیے پہلے سے موجود انسانی وسائل بروئے کار لائے جائیں۔ ان میں باہمت پولیو ورکرز، لیڈی ہیلتھ ورکرز، سول ڈیفنس اور ہلال احمر کے تربیت یافتہ رضا کار شامل ہیں جو پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں کہ وہ پاکستان بھر میں لوگوں تک اُن کے گھروں کی سطح تک رسائی کر سکتے ہیں۔ ایک مربوط منصوبے کے ذریعے مقامی سول سوسائٹی تنظیموں کو بھی اس مقصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ایچ آر سی پی کا یہ مطالبہ بھی ہے کہ پنجاب اور خیبر پختونخوا میں تعطل زدہ مقامی حکومتیں بحال کی جائیں۔ مقامی حکومتوں کو فعال کیے بغیر، ریلیف دینے کی کسی بھی کاوش کو کامیابی سے ہمکنار کرنا بہت ہی مشکل کام ہوگا۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 02 اپریل 2020]

حکومت کو چاہیے کہ وہ بڑے کاروباروں پر عوام کو ترجیح دے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے حالیہ کارروائی پر افسوس کا اظہار کیا ہے جس میں اسلام آباد کی ایک آبادی کو زمین بوس کر کے کم از کم 75 گھرانوں کو بے گھر کر دیا گیا ہے۔ ایسے واقعات سے پسے ہوئے طبقوں کے حقوق اور بہبود کے تحفظ کے بارے میں سرکار کی حقارت آمیز سوچ کی عکاسی ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ گذشتہ دو برسوں کے دوران لوگوں کو اُن کے گھروں سے جس لاپرواہی سے بے دخل کیا گیا، کئی واقعات میں تو یہ کام مناسب نوٹس اور معاوضہ دیے بغیر، اور ان لوگوں کی آبادکاری کے انتظامات پر سوچ بچار کیے بغیر کیا گیا، اُس سے مقامی حکام کو انسانی قیمت کی پرواہ کیے بغیر ایسی کارروائیاں کرنے کی شہہ ملی ہو۔

گو کہ حکومت نے شعبہ تعمیرات کی امداد کا اعلان کیا ہے، لیکن یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ فوائد واقعی ہی اُن لوگوں تک پہنچ پائیں گے جو اِن کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ ایسے لوگوں میں غیر رسمی مزدور اور دہاڑی دار محنت کش شامل ہیں جن کی آبادی کا بہت بڑا حصہ اُن لوگوں پر مشتمل ہے جو کچی آبادیوں میں رہنے پر مجبور ہیں۔ اِس بحران میں، لوگوں سے اُن کا حقِ رہائش چھیننا قابلِ مذمت فعل ہے اور حکومت کے پہلے کیے گئے وعدوں کے عین برعکس ہے جن میں غریب لوگوں کو سستی رہائش فراہم کرنے کی یقین دہانی کروائی گئی تھی۔

ایچ آر سی پی کا حکومت سے پُر زور مطالبہ ہے کہ وہ بڑے کاروباروں اور پراپرٹی ڈویلپرز کی لائی گئی ٹرکل ڈاؤن پالیساں اپنانے سے گریز کرے، جن کے مطابق صنعتوں اور تجارتی اداروں پر محصولات کا بوجھ کم کرنے سے سرمایہ کاری میں اضافہ ہوتا ہے جس کا طویل المدت فائدہ عام عوام کو پہنچتا ہے۔ وباء کے سبب پیدا ہونی والی معاشی مشکلات سے نبٹنے کی حکومتی حکمتِ عملی اتنی ہی اچھی ہے جتنی اچھی اِس کی غریب ترین اور انتہائی پسماندہ لوگوں کے معاشی و سماجی حقوق کی حفاظت کرنے کی استعداد ہے۔ ہماری حکومت سے پُرزور اپیل ہے کہ کووڈ-19 وباء کے باعث جنم لینے والے مسائل پر قابو پانے کے لیے جو بھی اقدامات اٹھائے جائیں اُن میں غریب اور درماندہ لوگوں کی ضروریات کو اولین ترجیح دی جائے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 17 اپریل 2020]

2019 کے دوران پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال

اہم نکات

قوانین اور قانون سازی

☆ پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں نے کُل 107 قوانین منظور کیے: چھ وفاقی قوانین اور 101 صوبائی قوانین۔ خیبر پختونخوا (کے پی) اسمبلی 45 قوانین کی منظوری کے ساتھ اِس برس قانون سازی کے میدان میں باقی تمام صوبوں سے آگے رہی۔

☆ گیارہ صدارتی حکمناموں کو پارلیمان سے بڑی عجلت سے منظور کروایا گیا جسے انسانی حقوق کے حلقوں نے وسیع پیمانے پر تنقید کا نشانہ بنایا۔ تاہم اچھی پیش رفت یہ ہے کہ حکومت نے نومبر میں یہ حکمنامے واپس لے لیے۔

☆ سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق نے جنوری میں بچوں کی شادی کی روک تھام (ترمیمی) ایکٹ میں ترمیم کے لیے متفقہ رائے سے ایک قانون منظور کیا اور شادی کی قانونی عمر 18 برس طے کی۔

☆ جنوری میں، عدالتِ عظمیٰ پاکستان نے جرگہ اور پنچایت کے نظام کو ملکی کی عالمی ذمہ داریوں کے منافی قرار دیا، اور کہا کہ ایسے اداروں کا جاری کردہ کوئی بھی حکم یا فیصلہ غیر قانونی اور غیر آئینی ہے۔

☆ اپریل میں، قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق کو زینب الرٹ، ریکوری و ریسپانس بل 2019 بھیجا گیا اور ایوان میں پیش گیا؛ دسمبر تک صورت حال یہ تھی کہ بل ابھی ایوان میں زیرِ غور تھا۔

انصاف کی فراہمی

☆ سال کے اختتام تک، عدالتوں میں لگ بھگ 18 لاکھ مقدمات زیرِ التواء تھے۔ 2018 میں یہ تعداد 19 لاکھ تھی۔

☆ فوجداری مقدمات کے برقت تصفیے کے لیے 2017 میں ماڈل عدالتیں بنانے کا فیصلہ ہوا تھا۔ جون میں پاکستان کے چیف جسٹس نے تحصیل کی سطح پر مزید 57 ماڈل عدالتوں کے قیام کی منظوری دی۔ البتہ، مشاہدہ کاروں نے ان عدالتوں کی کارکردگی پر سوالیہ نشان اٹھائے، خاص طور پر فوجداری نظامِ انصاف میں اصلاحات کے تناظر میں جن کا طویل عرصے سے انتظار کیا جا رہا ہے۔

☆ قومی احتساب بیورو (نیب) کو 2019 میں 51,000 شکایات موصول ہوئیں، جبکہ عدالتوں میں بدعنوانی کے 1,275 ریفرنسز کی سماعت ہوئی۔ نیب کی سرگرمیاں بہت زیادہ تنقید کا ہدف بنیں۔ ایسا ظاہر ہو رہا تھا کہ نیب حزبِ اختلاف کے اراکین کے خلاف مقدمات کی پیروی میں جانبداری اور قانون سے روگرانی کا مظاہرہ کر رہا تھا، جبکہ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق نے بھی کہا کہ نیب نے کمیشن کو اپنے حراستی مراکز کے دورے کی اجازت نہ دے کر قانونی کی خلاف ورزی کی ہے۔

☆ رانی بی بی جسے قتل کے جرم میں 14 برس کی عمر میں بے جا طور پر سزا ہوئی اور جس نے 19 برس جیل میں گزارے، نے لاہور ہائی کورٹ سے رہائی تو پا لی مگر ناانصافی کی تلافی کے لیے کسی قسم کے معاوضے سے محروم رہی۔

☆ اکتوبر میں انسدادِ دہشت گردی کی عدالت نے محکمہ انسدادِ دہشت گردی کے چھ اہلکاروں کو بری کیا جن پر ساہیوال، پنجاب میں ایک خاندان کو نام نہاد پولیس مقابلے میں مارنے کا الزام عائد تھا۔

سزائے موت

☆ 2019 میں کم از کم 584 مقدمات میں سزائے موت سنائی گئی، جبکہ 15 افراد کو پھانسی ہوئی جن میں سے 12 پنجاب سے تھے۔ توہینِ رسالت کے جرم میں سزائے موت پانے والے کم از کم 17 افراد، دسمبر 2019 تک، پھانسی کے منتظر تھے۔

☆ دسمبر میں، ملتان ڈسٹرکٹ و سیشن عدالت نے توہینِ رسالت کے مقدمے میں ماہرِ تعلیم جنید حفیظ کو سزائے موت سنائی۔ انسانی حقوق کے کارکنوں کو اس فیصلے سے شدید مایوسی ہوئی، خاص طور پر اس لیے بھی کہ جنید پہلے ہی چھ برس قیدِ تنہائی میں کاٹ چکے ہیں۔

☆ کمیشن برائے قانون و انصاف کو جمع کروائی گئی ایک رپورٹ کے مطابق، عدالتِ عظمیٰ نے 2010 سے 2018 کے دوران، 310 عدالتی فیصلوں میں سے 78 فیصد میں سزائے موت کو کالعدم قرار دیا، اور ان مقدمات میں ملزمان کو بری کیا، سزائے موت کو قید کی سزا سے بدلا یا فیصلے پر نظرِ ثانی کا حکم صادر کیا۔

پاکستان اور انسانی حقوق کے عالمی نظام

☆ پاکستان میں عالمی میثاق برائے شہری و سیاسی حقوق پر عملدرآمد کی صورت حال پر یو این کمیٹی برائے انسانی حقوق کے حتمی مشاہدات سامنے آنے کے بعد مئی میں پاکستان نے مذکورہ میثاق پر عملدرآمد کی ایک رپورٹ جمع کروائی جو بہت پہلے جمع کروا دینی چاہیے تھی۔ کمیٹی نے رپورٹ کے زیادہ تر حصے کو غیر تسلی بخش قرار دیا، خاص طور پر ماورائے عدالت ہلاکتوں، جبری گمشدگیوں اور سزائے موت کے اطلاق کے حوالے سے۔

☆ ماورائے عدالت ہلاکتوں؛ انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی حالت؛ دہشت گردی کے مقابلے کے دوران انسانی حقوق کے تحفظ و فروغ؛ مذہب یا عقیدے کی آزادی؛ اور ایذا رسانی اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک یا سزا جیسے معاملات پر یو این کے خصوصی مندوبین نے ملکی دورے کی درخواستیں دے رکھی تھی جن پر ابھی تک کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی۔

☆ پاکستان نے آئی ایل او کے آٹھ اہم معاہدات کی توثیق کی ہے مگر ابھی تک انہیں مؤثر طریقے سے نافذ نہیں کیا: اجتماعی سودا بازی کے اطلاق کی حالت بہت بری ہے اور ملک نے بچوں کی مشقت کی بدترین شکلوں اور روزگار میں امتیاز کا ابھی تک خاتمہ نہیں کیا۔

آئین کی پاسداری

☆ 17 دسمبر کو پاکستان نے اپنی تاریخ میں پہلی مرتبہ آئین کی دفعہ 6 کے تحت سنگین غداری کے مقدمے میں سابق فوجی حکمران جنرل پرویز مشرف کو سزا پاتے دیکھا۔

☆ کونسل برائے مشترکہ مفادات نے دفعہ 154 (3) کے تحت درکار چار سہ ماہی اجلاسوں کے بجائے صرف ایک اجلاس منعقد کیا

☆ دفعہ 160 کے تحت، قومی مالیاتی ایوارڈ (این ایف سی) کے اجراء کے لیے کوئی ٹھوس پیش رفت نہیں ہو سکی۔ این سی اے کے اجراء میں پہلے ہی بہت زیادہ تاخیر ہوچکی ہے۔

☆ دفعہ 140۔الف کا مؤثر نفاد ہنوز تشنہ تکمیل ہے: حالانکہ بلوچستان، کے پی اور کینٹونمنٹ بورڈز میں مقامی حکومتوں نے اپنی میعاد پوری کر لی ہے اور پنجاب میں ان کی مدت کم کر دی گئی تھی اور مقامی حکومتوں کے انتخابات میں بہت زیادہ تاخیر کر دی گئی ہے۔

انسانی حقوق کے قومی ادارے

☆ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اپنے نئے چیئرپرسن اور سات میں سے چھ اراکین کی تقرری نہ ہونے کی بدولت مئی سے غیر فعال ہے۔

☆ قومی کمیشن برائے حقوقِ نسواں کے چیئر پرسن کی نشست فروری 2018 سے خالی ہے۔

امن عامہ

☆ گزشتہ برسوں کی طرح، کشیدگی سے متعلقہ اموات میں خاصی کمی آئی ہے، مگر دہشت گردی کے حملوں اور انسداد دہشت گردی کی کارروائیوں میں مرنے والوں کی تعداد اچھی خاصی تھی۔ 2018 میں 2,333 افراد کی نسبت اِس برس 1,444 افراد لقمہ اجل بنے۔

☆ پولیس کی طرف سے بھتہ خوری، ابتدائی اطلاعاتی رپورٹس کے اندراج سے انکار اور حراستی تشدد کے اطلاعات تمام صوبوں سے سامنے آتی رہیں۔ وسیع پیمانے پر خبروں کی زینت بننے والے ایک واقعے میں، پنجاب میں پولیس کی حراست میں صلاح الدین ایوبی کی موت واقع ہوئی۔ فورینسک رپورٹس سے معلوم ہوا کہ اسے بری طرح تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔

☆ 'غیرت' کے جرائم کا سلسلہ بلا روک ٹوک جاری رہا اور پنجاب ایسے جرائم میں سرِ فہرست تھا۔ ایک وِسلبلوِر افضل کوہستانی جو 2012 میں کوہستان میں پانچ جوان عورتوں کے 'غیرت' میں ہونے والے قتل کے خلاف قانونی لڑائی لڑ رہا تھا، مارچ میں گولیاں مار کر قتل کر دیاں۔

☆ تحقیقات کاروں نے انکشاف کیا کہ 2018 سے اوئل 2019 کے دوران 629 عورتوں کو دلہنوں کے روپ میں چین اسمگل کیا گیا۔

☆ گھروں میں مشقت اور بچوں کی شادی جیسے معاملات میں بچوں کے تحفظ کو ابھی تک یقینی نہیں بنایا جا سکا۔

☆ قانون سازی کے باوجود، خواجہ سراء برادری کے خلاف تشدد جاری و ساری رہا۔ مقامی خواجہ سرا برادری کا کہنا ہے کہ 2015 سے لے کر اب تک کے پی میں کم از کم 65 خواجہ سرا مارے جا چکے ہیں۔

☆ سائبر کرائم اور آن لائن ہراسانی میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ عورتوں کو ذاتی، اور بعض واقعات میں جعلی ویڈیوز یا تصویریوں کے ذریعے بلیک میل کرنے کی اطلاعات سارا سال سامنے آتی رہیں۔

قید خانے اور قیدی

☆ پاکستان کی جیلیں بہت زیادہ پرہجوم تھیں جہاں مقیم قیدیوں کی شرح 133.8 فیصد تھی۔

☆ ٹرائل سے پہلے قید/ ریمانڈ والے قیدیوں کی شرح جیلوں کی مکمل آبادی کا 62.1 فیصد ہے۔

☆ جیلوں میں قیدیوں کے ہجوم، غیر صحت مند حالات اور قیدیوں کے لیے ناقص طبی سہولیات بدستور پریشانی کا سبب ہیں جس کی بدولت قیدی تپ دق، ایڈز اور ہیپاٹائٹس سمیت دیگر بیماریوں کے خطرات سے دوچار ہیں۔

☆ صرف پنجاب میں، سزائے موت کے لگ بھگ 188 قیدی ذہنی بیماریوں کا شکار ہیں۔

☆ وزارتِ داخلہ کے مطابق، 2019 میں اندازاً 11,000 پاکستان غیر ملکی جیلوں میں قید تھے۔

☆ حراستی مراکز فعال رہے، یہاں تک کہ متنازعہ کے پی ایکشنز (سول انتظامیہ کی معاونت میں) آرڈیننس 2019 کی مدت کے خاتمے کے بعد بھی۔ عدالتِ عظمیٰ ان مراکز کے خاتمے کی پٹیشنوں، نیز ان مراکز کو غیر آئینی قرار دینے کے پشاور ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف حکومتی اپیلوں کی سماعت کرتی رہی۔

جبری گمشدگیاں

☆ پاکستان نے جبری گمشدگیوں کو ابھی تک جرم قرار نہیں دیا حالانکہ موجودہ حکومت نے ایسا کرنے کا عزم بھی ظاہر کیا تھا۔

☆ انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگیاں کے قیام سے لے کر اب تک، کے پی لاپتہ افراد کی فہرست میں

سب سے اوپر ہے۔ دسمبر 2019 کے اختتام تک، کے پی میں کُل 2,472 واقعات درج ہوئے۔

☆ سال کے دوران لوگ مسلسل لاپتہ ہوتے رہے۔ اپنی سیاسی یا وابستگیوں کی بنا پر، یا انسانی حقوق کا دفاع کرنے کی بدولت۔ جنوبی پنجاب میں ایک سیاسی کارکن احمد مصطفیٰ کانجو کو جنوری میں مبینہ طور پر ریاستی کارندوں نے اغواء کیا۔ کے پی میں انسانی حقوق کے کارکن ادریس خٹک نومبر سے لاپتہ ہیں۔

☆ انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگاں شہریوں کی دادرسی کرنے، ذمہ داری کا تعین کرنے اور مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لانے میں مؤثر ثابت نہیں ہو سکا۔

جمہوری ترقی

☆ 20 جولائی کو خیبر پختونخوا اسمبلی کے لیے ضم شدہ قبائلی اضلاع کے اب تک کے پہلے انتخابات ہوئے، جن کا پچیسویں آئینی ترمیم کی دفعہ 106 (الف-اے) میں تقاضا کیا گیا تھا۔

نقل و حرکت کی آزادی

☆ سیاسی اختلاف رائے کرنے والوں اور مخالف سیاسی جماعتوں کے کارکنوں کو بیرونِ ملک سفر سے روکنے کے لیے ایگزیٹ کنٹرول لسٹ کا حد سے زیادہ اور من مانہ استعمال خبروں کی زینت بنتا رہا۔

☆ سیاسی و احتجاجی ریلیوں میں شریک ہونے والے لوگوں کی نقل و حرکت پر سرکاری پابندیاں عائد کی گئیں۔

☆ پاکستانی پنجاب میں گوردوارہ دربار صاحب کو ہندوستانی پنجاب میں ڈیرہ بابا نانک کے ساتھ جوڑنے والی ویزا سے آزاد کرتارپور راہداری کو نومبر میں کھولا گیا۔

اجتماع اور انجمن سازی کی آزادی

☆ سماجی تحریکوں کے کارکنوں اور حامیوں بعض وہ جن کی

سیاسی وابستگیاں ہیں، کو ڈرایا دھمکایا گیا یا بغاوت یا دہشت گردی کے الزامات پر حراست میں رکھا گیا۔

- ☆ ٹریڈ یونینیوں کی تشکیل میں رکاوٹوں، مزدوروں کو یونینوں میں شریک ہونے پر پابندی، ہڑتالوں پر حدودو قیود اور بعض قسم کی ہڑتالوں پر پابندی اور ملازمت سے برطرفی کے خدشے نے تمام سطحوں پر محنت کشوں کی یونین سازی کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ اس کے نتیجے میں، مناسب معاوضے اور کام کے محفوظ حالات کے لیے اجتماعی سودا بازی کی گنجائش کم ہوگئی ہے۔
- ☆ بلوچستان ہائی کورٹ کے ایک فیصلے کے بعد، بلوچستان میں ٹریڈ یونینوں کے رجسٹرار نے 62 لیبر یونینوں پر پابندی عائد کردی ہے۔
- ☆ 2018 میں 18 عالمی این جی اوز پر پابندی عائد کرنے کے بعد، حکومت نے این جی او کے اندراج میں رکاوٹیں ڈال کر اندراج کو زیادہ مشکل بنانے کا جاری رکھا ہوا ہے۔ بڑھتی ہوئی ہراسانی اور تحقیقات نے ملکی و عالمی این جی اوز کے لیے مؤثر اور مستعد طریقے سے کام کرنا مشکل بنا دیا ہے۔
- ☆ اگرچہ بعض صوبائی اسمبلیوں نے کہا تھا کہ وہ طلباء یونینیں بحال کریں گی مگر یہ دیرینہ مسئلہ ہنوز حل طلب ہے۔

اظہار کی آزادی

- ☆ رائے اور اظہار کی آزادی پر پابندیوں میں اضافہ ہوا ہے۔ بلوچستان اور کے پی کے صحافیوں نے خاص طور پر کہا ہے کہ اب ان کے لیے کھلے عام بولنا یا لکھنا زیادہ مشکل ہوگیا ہے، خاص کر ان معاملات پر:

'حساس' موضوعات جیسے کہ جبری گمشدگیا، یا ریاستی پالیسی پر تنقید یا اُن علاقوں میں سیکیورٹی ایجنسیوں پر تنقید۔

- ☆ اکتوبر میں صحافیوں کے تحفظ کی کمیٹی کے عہدیدار سٹیو بٹلر کو عاصمہ جہانگیر کی کانفرنس میں شرکت سے روکنے کے لیے پاکستان داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی۔
- ☆ ذرائع ابلاغ کے اداروں نے تمام ذرائع ابلاغ کے لیے ایک انضباطی اتھارٹی کے قیام کی مخالفت کی تو پھر حکومت نے اعلان کیا کہ ذرائع ابلاغ کے خلاف شکایات سننے کے لیے خصوصی ٹربیونل بنائے جائیں گے۔
- ☆ 2019 کے دوران پاکستان میں انٹرنیٹ کی آزادی مزید کم ہوئی جس کی بنیادی وجوہ پریشان کُن سائبر کرائم قانون، انٹرنیٹ سروس کی بندش، اور قومی سلامتی کے نام پر سیاسی اختلاف کرنے والوں پہ ہونے والے حملے ہیں۔
- ☆ مبینہ طور پر ریاستی ایجنسیوں کی سخت گیر ہتھکنڈوں نے کئی صحافیوں کو سیلف سنسرشپ اختیار کرنے یا یہاں تک کہ اپنے کام سے دستبرداری اختیار کرنے پہ مجبور کردیا ہے۔
- ☆ حکومت نے ذرائع ابلاغ سے اشتہارات واپس لیے اور پچھلی ادائیگیاں نہیں کیں جس کی وجہ سے ذرائع ابلاغ پر مالیاتی دباؤ بڑھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ذرائع ابلاغ سے وابستہ ہزاروں افراد کا روزگار ختم ہوا اور متعدد اخبارات اور رسالے بند ہوئے۔
- ☆ ڈان کے خلاف منصوبہ بند مہم نے اس وقت ایک بار پھر سر اٹھایا جب ایک ہجوم نے انٹیلیجنس ایجنسیوں کی حمایت میں نعرے لگاتے ہوئے کراچی اور اسلام آباد میں اخبار کے دفتر کا محاصرہ کرلیا۔
- ☆ معلومات کے حق کے قوانین کا استعمال غیر مؤثر رہا جس کی وجہ سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ان قوانین سے استفادہ نہ کر سکی جس کے فائدے کے لیے یہ بنائے گئے تھے۔

مذہبی اقلیتیں

- ☆ مذہبی اقلیتیں مذہب یا عقیدے کی آزادی سے لطف اندوز ہونے سے محروم رہیں جط کی آئین نے انہیں ضمانت دے رکھی ہے۔ پنجاب میں احمدی برادری کی کئی عبادت گاہیں بھی مسمار کی گئیں۔
- ☆ سندھ اور پنجاب میں ہندو اور مسیحی برادریوں نے شکایت کی کہ مذہب کی جبری تبدیلی کے واقعات جاری وساری ہیں۔ پنجاب میں 14 برس کی لڑکیوں کا مذہب زبردستی تبدیل کر کے جبری شادی کرنے پر مجبور کیا گیا۔ سندھ میں، دو ہندو لڑکیوں جن کے والدین کا دعویٰ تھا کہ اُنہیں شادی کے لیے اغوا کر کے ان کا مذہب جبری طور پر تبدیل کیا گیا، کے واقعے کو اس وقت بہت زیادہ توجہ ملی جب اسلام آباد ہائی کورٹ نے کہا کہ لڑکیاں شادی وقت کے وقت کم عمر نہیں تھیں اور انہیں اپنے شوہروں کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔
- ☆ جنوری میں، عدالتِ عظمیٰ نے اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور مذہبی وسماجی برداشت کی ثقافت کے فروغ کے لیے 2014 کے عدالتی فیصلے پر عملدرآمد کی غرض سے یک رکنی کمیشن تشکیل دیا۔

- ☆ اقلیتوں کو مذہب کی جبری تبدیلی سے تحفظ دینے اور اس کے خلاف قانون سازی کے لیے 22 رکنی پارلیمانی کمیٹی کا نوٹیفکیشن آخرکار نومبر میں جاری کیا گیا۔
- ☆ اقلیتوں کے لیے ملازمت کوٹہ پر عملدرآمد ابھی باقی ہے۔
- ☆ آسیہ بی بی جسے توہینِ رسالت کے وسیع پیمانے پر توجہ پانے والے ایک مقدمے میں پہلے 2010 میں سزا ہوئی اور پھر 2018 میں رہائی ملی، کا مشکل وقت اُس وقت اپنے اختتام کو پہنچا جب عدالتِ عظمیٰ نے اُس کی بریت کے خلاف پٹیشن خارج کی۔

خواتین

- ☆ دسمبر میں، عالمی معاشی فورم کے عالمی صنفی تفاوت کی فہرست میں پاکستان 153 میں سے 151 ویں درجے پہ تھا۔
- ☆ حالیہ برسوں میں، عورتوں کے حقوق کے تحفظ و فروغ کے لیے ہونے والی قانون سازی کے باوجود عورتوں کے خلاف تشدد میں اضافہ ہوا ہے۔
- ☆ عورتیں روزگار، مالی شمولیت، سیاسی نمائندگی اور ذرائع مواصلات اور تعلیم کے میدانوں میں امتیاز کا سامنا کرتی رہیں
- ☆ اپنے دوسرے برس، عورت مارچ نے پاکستان بھر کی عورتوں کو اپنے مسائل پر مل بیٹھنے کے لیے ایک عوامی پلیٹ فارم مہیا کیا، مگر اِس کے بدلے میں اُسے ناجائز تنقید اور ہراسانی کا سامنا کرنا پڑا۔
- ☆ تعلیمی اداروں اور کام کے مقامات پر جنسی ہراسانی کی کئی اطلاعات کے دوران ہی جامعہ بلوچستان کی طالبات نے الزام لگایا کہ انتظامیہ نے طالبعلموں کی ویڈیوز بنانے، ممکنہ طور پر رازداری والی حالتوں میں، کے لیے سی سی ٹی وی کیمرے نصب کر رکھے ہیں۔
- ☆ جون 2019 تک، کے تمام اضلاع میں سرکاری دارلامان تھے، نیز ملتان میں عورتوں کے خلاف تشدد کی روک تھام کے لیے ایک مرکز ہے۔ البتہ، سندھ

میں صرف پانچ دارلامان تھے، پانچ کے پی میں اور بلوچستان میں صرف دو تھے۔

بچے

☆ ایک اندازے کے مطابق، بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے واقعات قلمبند کیے گئے ہیں، مگر اصلی تعداد زیادہ ہوسکتی ہے۔ بچوں کے ساتھ زیادتی کا سلسلہ بلوچستان کی کانوں میں مزدور بچوں کے ساتھ جنسی تشدد سے لے کر سندھ میں 13 برس کے بچوں کو نشہ دے کر اور اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنانے جیسے واقعات تک پھیلا ہوا ہے۔

☆ عوامی غم وغصے کا سبب بننے والے ایک وقوعے میں دس سالہ فرشتہ کو اسلام آباد میں اغواء کر کے قتل کیا گیا؛ پولیس نے شروع میں مقدمہ درج کرنے سے انکار کردیا جب اس کے خاندان نے پولیس کو بچی کی گمشدگی کی اطلاع دی تھی۔

☆ اگرچہ بچوں کے حقوق کے تحفظ کے کمیشن کا ایکٹ 2017 میں منظور ہو گیا تھا مگر کمیشن ابھی تک نہیں بن سکا۔

☆ نوعمر بچوں کی ملازمت کے خلاف قانون سازی کے باوجود صنعتوں اور گھروں میں بچوں کی مشقت جاری رہی؛ گھروں میں کام کرنے والے بچوں سے بدسلوکی کے واقعات پیش آتے رہے۔

☆ یواین کی ایک رپورٹ کے مطابق، پاکستان میں صرف چار فیصد بچوں کو 'کم از کم قابلِ قبول غذا' ملتی ہے۔

☆ قومی غذا سروے کے مطابق، بچوں کی ایک بڑی تعداد کی اچھی طرح نشوونما نہیں ہو رہی اور وہ غذا کی شدید کمی کا شکار ہیں۔

محنت

☆ 2019 کے دوران کانوں سے متعلقہ واقعات میں کم از کم 160 زندگیاں ضائع ہوئی ہیں اور کانوں کا بندوبست وہی لوگ چلا رہے ہیں جن کے پاس مزدوروں کی حفاظت اور ہنگامی حالات سے نبٹنے کے لیے مالی وسائل اور تکنیکی استعداد کا فقدان ہے۔ اس شعبے میں حفاظت اور صحت کے معیارات کے اطلاق کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے۔

☆ لیبر قوانین کا نفاذ ابھی تک غیر مؤثر ہے۔ صنعتوں کی انسپکشن یا صحت وحفاظت کے اصولوں کا نفاذ، خاص طور پر غیر رسمی محنت کے شعبہ میں، نہ ہونے کے برابر ہے۔

☆ مزدوروں کی انتہائی قلیل تعداد یونینیوں کا حصہ ہے۔ ایک اندازے کے مطابق 2 سے تین فیصد تک اور لیبر قوانین کے اطلاق، مناسب معاوضے اور کام کے سازگار حالات کے لیے کسی قسم کا دباؤ نہیں ہے۔

☆ اگرچہ سندھ اسمبلی نے 2018 سندھ ہوم بیسڈ ورکرز ایکٹ منظور کیا تھا مگر، ایسے کئی دیگر قوانین کی طرح، اِس کے نفاذ پر پیش رفت بہت سست تھی

تعلیم

☆ یواین کے اندازوں کے مطابق، پاکستان اُن ممالک کی فہرست میں دوسرے نمبر پر ہے جہاں سب سے زیادہ بچے سکول نہیں جاتے۔ ملک میں 5 سے 16 برس کی عمر کے لگ بھگ دو کروڑ، اٹھائیس لاکھ بچے سکول نہیں جاتے جو کہ اس عمر کے بچوں کی کُل آبادی کا 44 فیصد بنتا ہے۔

☆ صنف، سماجی ومعاشی حیثیت، اور علاقے کی بنیاد پر فرق نمایاں تھا؛ سندھ میں 52 فیصد غریب ترین بچے (59 فیصد لڑکیاں) سکول سے باہر ہیں اور بلوچستان میں 78 فیصد لڑکیاں سکول نہیں جاتیں۔

☆ تعلیم کے بجٹ میں سال کے دوران بہت زیادہ کمی ہوئی، وفاقی وصوبائی، دونوں سطحوں پر۔

☆ جسمانی سزا کے واقعات کی اطلاعات ملک بھر سے ملتی رہیں۔

صحت

☆ ملک کا صحت کا بجٹ ابھی بھی اس کے جی ڈی پی کے ایک فیصد سے کم ہے، جبکہ عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے تقریباً چھ فیصد بجٹ مختص کرنے کی سفارش کی ہے۔

☆ سرکاری شعبہ صحت کے غیر تسلی بخش معیار اور غیر موئثر تحفظ کا مطلب ہے کہ لوگوں کی صحت کا زیادہ تر انحصار اچھے خاصے مہنگے نجی شعبہ پر ہے جس کی وجہ سے ہزاروں خاندان صحت کی سہولت سے محروم ہیں۔ نتیجے میں، کئی لوگ غیر تعلیم یافتہ عطائیوں سے رجوع کرتے ہیں جس کے اکثر بہت برے نتائج نکلتے ہیں۔

☆ پاکستان ایسوسی ایشن برائے ذہنی صحت کے مطابق، ذہنی دباؤ کے واقعات بڑھ گئے ہیں۔ یہ یقین کر لینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آرہی کہ پاکستان نے اُن اہداف کو طے کرنے کے لیے کوئی منظم قومی حکمت عملی تیار کی ہے جو ڈبلیو ایچ او کے ذہنی صحت کے جامع منصوبے (2013–20) نے طے کیے ہیں۔

☆ متعدی بیماریوں پر کنٹرول بدستور تشویش کا سبب بنا رہا۔ اس کے علاوہ، غیر متعدی بیماریوں جیسے کہ دل کی بیماری، فالج، ذیابیطس، ہائی بلڈ پریشر اور سرطان کے مختلف عارضوں میں اضافہ ہوا ہے۔

☆ اپریل سے جون 2019 کے دوران، لاڑکانہ، سندھ میں کُل 30,192 افراد کا ایچ آئی وی کے لیے طبی معائنہ کیا گیا جن میں سے 876 کا نتیجہ مثبت آیا؛ 82 فیصد کی عمر 15 برس سے کم تھی۔

☆ پولیو کے 135 یقینی کیسز کے ساتھ، مرض بڑھتا جا رہا ہے اور بنیادی وجہ یہ بتائی جا رہی ہے کہ والدین اپنے بچوں کو ویکسین دینے سے انکاری ہیں۔

ماحول

☆ ستمبر میں، ملک بھر کے 20 سے زائد شہروں میں لوگوں نے ماحولیاتی تحفظ کے مارچ میں حصہ لیا جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے ماحولیاتی تبدیلی کے حوالے سے کوئی لائحہ عمل تشکیل دیا جائے۔

☆ ورلڈ ائیر کوالٹی رپورٹ 2019 کے مطابق، فضا میں پی ایم 2.5 کی موجودگی کے حوالے سے پاکستان دنیا کے آلودہ ترین ممالک کی فہرست میں دوسرے نمبر پر ہے۔ دسمبر میں، دنیا بدترین فضائی آلودگی والے شہروں میں ایک لاہور تھا۔

☆ پاکستان اُن دس ممالک میں شامل ہے جو ماحولیاتی تبدیلی سے سب سے زیادہ متاثر ہیں جہاں گذشتہ دو عشروں میں شدید موسمیاتی اتار چڑھاؤ کی بدولت لوگوں اور معیشت پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

☆ ماحول کے تحفظ کے لیے درکار مؤثر منصوبہ بندی، پالیسیوں اور قوانین کے فقدان نے گلگت بلتستان کی آبادی کو خاص طور پر قدرتی آفات کے خطرات سے دوچار کر دیا ہے جہاں سال کے دوران درجنوں افراد کے مرنے کی اطلاعات ملتی رہیں۔

☆ سندھ میں پانی کی شدید قلت کا مشاہدہ کیا گیا جس کا بنیادی سبب بڑھتی ہوئی شہر کاری، پانی سنبھالنے کا ناقص بندوبست، اور ماحولیاتی تبدیلی ہے۔ جولائی میں، اندازاً 1,500 افراد نے کھاروچان سے ٹھٹھہ تک ریلی نکالی۔ اُن کا مطالبہ تھا کہ حکومت پانی کے بحران پر قابو پائے۔

قومی اتحاد کی اشد ضرورت ہے

آئی۔اے۔رحمان

کورونا وائرس سے نمٹنے کے لیے جن باتوں پر سب سے زیادہ زور دیا جارہا ہے ان میں سے ایک قومی اتحاد ہے۔ اگرچہ مختلف سطحوں پر کسی حد تک اتحاد نظر بھی آتا ہے لیکن قومی فیصلہ سازی میں اس کی غیر موجودگی بے چینی کی وجہ بن رہی ہے کیونکہ قومی اتحاد کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ اسٹیبلشمنٹ کے تمام کاموں پر پورا ملک سرِ خم تسلیم کرے بلکہ اس سے مراد تو یہ ہے کہ فیصلہ سازی میں قومی اتفاق رائے پایا جائے۔

جس زبردست انداز سے مسلح افواج سول انتظامیہ کی مدد کر رہی ہے وہ حکومتی اداروں میں اتحاد کی ایک مثال ہے۔

ایک ایسی ہی مثال وزارتِ اطلاعات، آئی ایس پی آر، وزارتِ صحت اور نیشنل ڈیزاسٹر منیجمنٹ اتھارٹی (این ڈی ایم اے) کے مابین پایا جانے والا تعاون ہے۔ ہر جگہ ہر طرف بُری طرح سے متاثر ہونے والی برادریوں میں راشن کی تقسیم میں مصروف افسران اور سول سوسائٹی کی ٹیموں کے درمیان تعاون کے کچھ شواہد ملے ہیں۔ لیکن اس طرح قومی اتحاد کا مسئلہ ختم نہیں ہو جاتا۔

کورونا وائرس کے بحران کو جنگی حالات سے تعبیر کیا جارہا ہے۔ اسی لیے ہم جنگ کے دوران مختلف ریاستوں کی جانب سے اٹھائے جانے والے اقدامات کو ذہن میں لا سکتے ہیں۔

مثلاً برطانوی جنگ کے آغاز پر برطانوی حکمران جماعت کنزرویٹو پارٹی نے 200 سے زائد نشستوں کے ساتھ ایوان میں اپنی اکثریت کے باوجود حزبِ اختلاف لیبر پارٹی کو کابینہ میں شمولیت کی دعوت دینے کا فیصلہ کیا تھا۔

لیبر پارٹی نے اس پیشکش کی قبولیت نیول چیمبرلن کی وزارتِ عظمیٰ کے عہدے سے برطرفی سے مشروط کردی تھی۔ لہٰذا چیمبرلن نے عہدے سے استعفیٰ دیا جبکہ قیادت کنزرویٹو پارٹی کے پاس ہی برقرار رہی۔ تب ونسٹن چرچل نے بڑی کابینہ کے بجائے چھوٹی جنگی کابینہ تشکیل دی جو 3 کنزرویٹو اور 2 لیبر اراکین جبکہ ایک لبرل اراکین پر مشتمل تھی۔

اپنے یہاں کی بات کی جائے تو ذرا یاد کیجیے کہ جب پاکستان اور بھارت میں آزادی کے بعد پہلی حکومتوں کا قیام عمل میں آیا تھا تب ان دونوں ملکوں کے رہنماؤں نے کیا کچھ کیا تھا؟

بھارت میں مالیات، منصوبہ بندی اور قانون کا قلمدان ان ممبران کو سونپا گیا جن کا تعلق پارلیمنٹ کی اکثریتی (کانگریس) جماعت سے نہیں تھا۔ اسی طرح پاکستان میں مالیات اور امورِ خارجہ کی وزارتیں انہیں ملیں جن کا قانون ساز ادارے میں مسلم لیگ سے تعلق ہی نہیں تھا۔

یہاں یہ کہنا مقصود نہیں کہ وقت کے اس موڑ پر وفاقی اتحاد میں حزبِ اختلاف کو بھی شامل کرلیا جائے۔ حکومت کافی حد تک مستحکم ہے اور وزیرِاعظم نے چینی بحران پر ایف آئی اے کی رپورٹ جاری کر کے اور چند وزرا/مشیران اور بیوروکریسی میں ان کے کنٹرولر کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے پارٹی کو نقصان پہنچانے کی کوششوں کے خلاف مزاحمت کا ثبوت دے دیا ہے۔

قومی سطح پر سیاسی قوتوں کے مابین اتحاد کے پرچار کا مقصد دراصل اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ اعلیٰ سطح پر ہونے والے پالیسی فیصلے حتی الامکان ملک کے سیاسی گروہوں کے درمیان اتفاقِ رائے کی بنیاد پر مبنی ہوں۔

حکمراں جماعت فیصلہ سازی کے عمل میں حزبِ اختلاف کی شمولیت کی ضرورت سے مکمل طور پر لاعلم بھی نہیں ہے، جس کا کسی حد تک اندازہ گزشتہ پیر کو ملاقات کرنے والی اسپیکر قومی اسمبلی کی تشکیل کردہ 25 رکنی کُل جماعتی پارلیمانی کمیٹی سے لگایا جاسکتا ہے۔

قومی سطح پر سیاسی قوتوں کے مابین اتحاد کے پرچار کا مقصد دراصل اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ اعلیٰ سطح پر ہونے والے پالیسی فیصلے حتی الامکان ملک کے سیاسی گروہوں کے درمیان اتفاقِ رائے کی بنیاد پر مبنی ہوں۔

پھر یاد رہے کہ اسی روز اسی طرز پر اسپیکر پنجاب اسمبلی نے بھی ایک کمیٹی تشکیل دی تھی۔ لیکن جلد ہی یہ واضح ہوجائے گا کہ ایوانوں میں پارٹی رہنماؤں کو بریفنگ دینے اور قومی اتفاقِ رائے کے قیام کے لیے مطلوب بین الجماعتی مشاورت میں فرق ہوتا ہے۔

اس وقت مختلف معاملات پر فعال قومی یکجہتی کی ضرورت ہے، انہی میں سے ایک وجہ بین الصوبائی تعاون بھی ہے۔ وزیرِاعظم کا یہ خیال قابلِ تعریف ہے کہ 18ویں ترمیم کے بعد مرکز وفاقی اکائیوں پر اپنی مرضی نہیں چلا سکتا لیکن اس طرح بین الصوبائی مشاورت کی ضرورت ختم نہیں ہوجاتی۔ حکومت کو مشترکہ مفاداتی کونسل کا اجلاس بلانے میں بھلا کیا قباحت ہوسکتی ہے جس کا مطالبہ سندھ کرتا رہا ہے۔

عالمی وبا کے خلاف مہم میں حائل کمیوں کو دور کرنے کے لیے بھی قومی اتفاقِ رائے ضروری ہے۔ باضابطہ ترجمان یہ تو بتا رہے ہیں کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے لیکن یہ بتانے کو تیار نہیں کہ کیا کچھ کرنا باقی رہ گیا ہے۔

زیادہ سے زیادہ لوگوں کا ٹیسٹ کرنے کی صلاحیت بہت ہی کم ہے، اس بات پر عطاالرحمٰن جیسی شخصیت زور دیتی آرہی ہے جو بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کے عادی نہیں۔ کوئٹہ میں ڈاکٹروں نے جب حفاظتی سامان مانگا تو پہلے ان پر بے رحمی سے لاٹھی چارج کیا اور جیل میں ڈال دیا، اور پھر بعد میں اب سامان فراہم کیا جارہا ہے۔

وسائل سے عاری لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو ریلیف فراہمی کا بندوبست قومی اتفاقِ رائے کے بغیر ممکن نہیں ہوسکے گا، اور اس کام کو انجام دینے کا سب سے بہترین طریقہ مقامی اداروں کی بحالی ہے۔

اب اس تجویز کو محض اس لیے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس بات کو اٹھانے میں قمر زمان قائرہ اور ایچ آر سی پی نے پہل کی ہے۔

میڈیا کو لاحق پریشانیوں کو دور کرنے کے لیے بھی قومی یکجہتی درکار ہے اور اس کام کی شروعات اہم اخبارات کی تقسیم کے عمل میں غیر قانونی مداخلت اور اشتہارات کی بندش کے خاتمے سے کی جانی چاہیے۔

ان سب باتوں سے بڑھ کر لوگوں کو علما کی جانب سے نماز پڑھنے اور سماجی فاصلہ رکھنے سے متعلق تجویز پر عمل کی ترغیب دینے کے لیے قومی یکجہتی کی ضرورت پڑتی ہے۔

یہاں بات کرنے کا جو بنیادی مقصد ہے وہ یہ کہ کورونا کی عالمی وبا سے لڑنے کے لیے ہر ہر سطح پر سیاسی جماعتوں کے اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے، یہی وہ عمل ہے جو جمہوریت کی مضبوطی کا سبب بنے گا۔

اب یہ بات کون نہیں جانتا کہ تحریکِ انصاف کی قیادت کو مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کے ساتھ مشاورت کے خیال سے بھی الرجی ہے لیکن اگر یہ اتنے اچھے نہیں ہیں تو اپنے ان سابقہ ساتھیوں سے زیادہ بُرے بھی نہیں ہیں جو اس وقت پی ٹی آئی کی پارلیمانی جماعت کا اہم حصہ ہیں۔

ایک آخری بات: حالیہ چینی اور آٹے کے بحران سے متعلق ایف آئی اے کی رپورٹ کے اجرا کا سہرا وزیرِاعظم کے سر باندھا جاتا ہے۔ مگر یوں لگتا ہے کہ انہوں نے سبسڈی اور برآمدات سے حاصل ہونے والے منافع کی صورت میں دسیوں لاکھ روپے اکٹھا کرنے والوں کے خلاف ایکشن پر اٹھنے والے شور پر کچھ ضرورت سے زیادہ ہی اپنا ردِعمل دے دیا ہے۔ کیا ان لوگوں نے کسی قانون کی خلاف ورزی کی؟ سرمایہ دارانہ نظام میں کسی بھی وقت اور کسی بھی طرح منافع خوری کے ملنے والے موقع سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہوتی ہے اور ہم تو ویسے ہی اس نظام کی بھرپور انداز میں پیروی کرتے ہیں۔ پیسے سے ہی پیسہ جنم لیتا ہے۔ امیر کو زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے اور اگر دولت سمیٹنے کی وجہ سے غریب شہری پکارے جانے والے 'نیچ اور حقیر' کو کوئی مشکل پیش آتی ہے تو ان پر یہ فرض ہے کہ وہ اسے خاموشی سے برداشت کریں۔

آخر 25 اپریل سے پہلے وزرا کے قلمدانوں میں تبدیلی کی اتنی کیا جلدی پڑی تھی؟ یا پھر یہ ایسا منصوبہ ہے جو ایک عام شہری تصور بھی نہیں کرسکتا؟

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

وبا کے دنوں میں سیاست

زمان خان

آجکل ہم سب ایک وبا کا سامنا کر رہے ہیں۔ ہر کوئی ایک نادیدہ خوف میں مبتلا ہے اور ایسے لگتا ہے کہ شائد کرونا یعنی موت کا فرشتہ ہر رکاوٹ توڑ کر کسی نہ کسی طریقہ سے آپ تک پہنچ جائے گا، اور پھر آپ قسمت کے حوالے ہیں۔ کیونکہ ابھی تک تو اس وبا کا کسی کے پاس علاج نہیں ہے۔ ہماری ذہنی حالت یہ ہے جو کسی نے کہا تھا کہ 'وہ حبس ہے کہ لو کی دعا مانگتے ہیں لوگ'۔

اس جبری نظر بندی کے نفسیاتی اثرات دن بدن گہرے ہوتے جا رہے ہیں۔ کرونا سے تو موت واقع ہو جائے گی اور معاملہ ختم ہو جائے مگر ایک دفعہ آپ نفسیاتی پیچیدہ بیماری میں مبتلا ہو گئے تو پھر ہر شہر میں قرنطینہ سنٹر کے ساتھ ساتھ نفسیاتی سنٹر بھی کھولنے پڑیں گے۔

اب ذرا اصل نکتے کی طرف آتے ہیں۔ پاکستان قومیتوں کے حقوق کی جدوجہد کی نتیجے میں معرض وجود میں آیا تھا۔ مگر بدقسمتی سے ہم نے دیکھا کہ پاکستان بننے کے فوری بعد پاکستان کی اکائیوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا گیا۔ پہلے صوبہ پختون خوا میں ڈاکٹر خان صاحب کی حکومت کو ختم کیا گیا۔ پھر جب کہا گیا کہ بلوچستان کو صوبہ بنایا جائے تو کہا کہ اس کو گورنر جنرل کے تابع رہنے دیا جائے۔ پھر مشرقی پاکستان میں زبان کا مسئلہ چھیڑ دیا گیا۔ بنگالی کو اس کا جائز مقام نہ دیا گیا۔ پھر بنگالیوں کی اکثریت کو ختم کرنے کے لئے مغربی پاکستان میں ون یونٹ قائم کر کے پیریٹی یعنی دونوں صوبوں میں برابری نافذ کر دی گئی۔

گو 1956 کا آئین وفاقی تھا مگر جنرل ایوب نے

ملک میں مارشل لا لگا کر اسی صدارتی طرز حکومت میں بدل دیا۔ پھر پاکستان کی اکائیوں کے حقوق کی جنگ یا جدوجہد تیز ہوگئی۔

کیونکہ یہاں وفاقی اکائیوں کے حقوق پر کوئی مقالہ لکھنا مقصود نہیں صرف اتنا عرض ہے کہ وفاقی اکائیوں کو حقوق نہ دینے کی وجہ سے پاکستان ٹوٹ گیا۔ موجودہ یا نئے پاکستان میں بھی بدقسمتی سے صوبوں کیے حقوق پر ڈاکہ ڈالا گیا۔ فوجی حکومت تو ہوتی ہی صدارتی ہے اس میں صوبوں کو حقوق دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں یہاں زیادہ تر صدارتی طرز حکومت رہا ہے اور وفاقی اکائیوں کے حقوق کبھی بھی مقتدر حلقوں کو ہضم نہیں ہوئے۔ پیپلز پارٹی کی پچھلی سرکار کے بارے میں آپ جو مرضی کہیں مگر اس نے ایک بہت ہی بنیادی اور عمدہ کام کیا وہ تھا اٹھارویں آئینی ترمیم۔ یہ بھی شائد خصوصی حالات تھے کہ جن میں یہ منظور ہوگئی۔ مگر اس دن سے اس ترمیم کے خلاف ہر طرح کا پراپیگنڈہ مختلف ذرائع سے کیا جاتا رہا ہے۔ پہلے تعلیم کے نام پر اور اب کرونا سے نپٹنے کے نام پر ایک زبردست محاذ کھول دیا گیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ہمارے ایک سینیر ایڈیٹر نے اسے غیر اسلامی بھی قرار دے دیا ہے۔ ایک نصاب تعلیم کے بارے میں صرف اتنا عرض ہے کہ اگر ہمت ہے تو وفاقی وزیر تعلیم صرف اسلام آباد کی یونیورسٹیوں کا ایک نصاب بنا کر دکھا دیں۔ جہاں تک کرونا سے نپٹنے کا تعلق ہے تو فوج سویلین کی مدد کی لئے ہر صوبے میں موجود ہے اور اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ ہمارے خیال میں اٹھارویں آئینی ترمیم کا کسی بھی مقدس نام پر خاتمہ کسی بھی صورت میں پاکستان کی لئے مفید نہیں ہوگا بلکہ اس سے پرانے زخم تازہ ہو جائیں گے اور پاکستان کی ریاست کو ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔

(بشکریہ نیا دور)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
  جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

'''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

پانچ دریاؤں کی بیٹی

ڈاکٹر شیر شاہ سید

نذیراں کو کراچی میں ہی جس گھر کے ہاتھوں بیچا گیا اس گھر کے بڑے بیٹے نے پہلے اسے پامال کیا، اور کئی دنوں تک پامال کیا شادی کا بھی جھانسا دیا۔ آپ لوگوں نے اسے پڑھا تو دیا تھا مگر اس کے دل سے یہ تو نہیں نکال سکے کہ عورت اپنا گھر بنالے تو یہی عورت کی میراث ہے یہی اس کی کمزوری۔ یہ کمزوری اسے گھر سے بھگاتی ہے۔ کوٹھے پر بٹھاتی ہے، الٹے سیدھے گندے گھناؤنے لوگوں سے ملاتی ہے ان کی باندی بن کر وہ چاہتی ہے کہ اس کا بھی کوئی گھر ہو۔

وہ بھی اپنا گھر بنانے کے جھانسے میں آگئی تھی اور جب اسے گھر ملا تو وہ وہ مسئلہ بن گئی اسے اس نے جلا دیا اور کہا یہ گیا کہ وہ کھانا پکاتے ہوئے آگ کی نذر ہوگئی۔ ساری دنیا سے یہ ہی کہا گیا۔ مگر وہ چولھے سے نہیں جلی تھی۔ صاحب اسے سوچ سمجھ کر منصوبے کے ساتھ جلایا گیا وہ عزت سے گھر بسانا چاہتی تھی اپنی حیثیت سے بڑھ کر مطالبہ کر دیا تھا اس نے۔ نوکرانی سے رکھیل تو بن سکتی تھی وہ لیکن رکھیل سے گھر والی بننا تو ممکن ہی نہیں تھا اتنا بڑا مطالبہ جرم سے کم نہیں تھا۔

وہ جب ہسپتال میں اسّی فیصد جلے ہوئے جسم کے ساتھ پہنچی تو مجھے پتہ لگا۔ دو دن سے میں ہسپتال میں تھا۔ میرے سامنے اس نے پولیس کو بیان دیا کہ اسے جلا کر مارنے کی کوشش کی گئی ہے، کیونکہ وہ چھوٹے سیٹھ کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ اس نے اس سے شادی کا وعدہ کیا تھا اور اب وہ اسے گھر سے نکالنا چاہ رہا تھا جس سے وہ انکاری تھی۔ یہ کوئی حادثہ نہیں تھا اس بیان کے چھ گھنٹے بعد وہ مرگئی۔

رفیق نے بتایا کہ وہ نذیراں کے ماں باپ کو بھی بلا رہا ہے اور وہ نذیراں کا مقدمہ لڑے گا۔ ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے نذیراں کو جلا کر مارا تھا اور ان لوگوں کے خلاف بھی جنہوں نے جانتے بوجھتے نذیراں کو ایسے گھر بھیجا جہاں انسان نہیں حیوان رہتے تھے۔

میں اس کے ساتھ مردہ خانہ گیا۔ عدالتی کارروائی کے لیے اس کی شناخت کی، میں نے رفیق کو روپے دیے کہ وہ ضرور اس مقدمے کو لڑے۔ امی اور پاپا بھی بہت پریشان تھے اور ان کا بھی خیال تھا کہ ہمیں ضرور اس معاملے میں کچھ نہ کچھ کردار ادا کرنا چاہیے۔ کچھ کرنا چاہیے۔ آواز بلند کرنی چاہیے۔ یہ تو ظلم ہے سخت استحصال، قتل ہے قتل کیوں خاموش رہیں ہم لوگ۔ یہ تو بے ضمیری ہوگی۔ ظلم ہوگا اپنے آپ پر۔ ہم سب متفق تھے اس بات پر۔

مگر ہمارا کردار بہت جلدی ختم ہوگیا، ہمارے وکیل نے مقدمے کی خوب تشہیر کرائی، میں نے اس کے کہنے پر اپنے دوستوں کی مدد سے ٹیلی ویژن پر اس واقعے کے مختلف پروگرام کروائے اور انہیں کو بار بار دکھلوایا، اخبارات میں خبریں چھپوائیں، اس کا خیال تھا کہ اس طرح سے انصاف کے حصول میں آسانی ہوگی، مگر یہ بات غلط نکلی، کھیل تو کچھ اور تھا۔

واقعہ کی تشہیر کے بعد مقدمے کی قیمت بڑھ گئی۔ اخبارات میں اداریے لکھے گئے، عورتوں کے حقوق کے اداروں نے پریس کانفرنس کر کے اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا، مغربی اخبارات اور وہاں کے ٹیلی ویژن کو تو ایک بار پھر موقع مل گیا کہ اس موضوع کے سہارے سے جو چاہیں لکھیں اور جو چاہیں دکھائیں اس واقعے کی تشہیر کی وجہ سے اس لڑکے کی گرفتاری بھی ہوئی، اخبارات میں نام بھی آیا۔ ایسا لگتا تھا کہ اس وقت یہی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ ہمیں نہ جانے کیوں یہ امید سی ہوئی کہ نذیراں کو انصاف ملے گا اس کے قاتل گرفتار ہوں گے، انہیں سزا ہوگی۔

پھر ہمارے اور اس امیر خاندان کے وکیل نے آپس میں مُک مُکا کرلیا، دونوں وکیلوں نے اس امیر خاندان سے عدالتی کارروائی اور اخبارات میں بدنامی کا حوالہ دے کر دس لاکھ روپے لیے تھے کہ نذیراں کے ماں باپ کو بڑی رقم دے کر سمجھوتہ کرا دیں گے تاکہ وہ لوگ مقدمہ واپس لے لیں۔

گوجرانوالہ سے آئے ہوئے اجنبی مسافروں کو کراچی میں کون جانتا تھا، انہیں تو دو لاکھ کی رقم اتنی بڑی لگی کہ انہوں نے ہر کاغذ پر دستخط کر دیے تھے۔ رفیق گواہی سے اس دن بھاگ گیا، جس دن تھانے میں تھانے دار نے بلا کر اسے بتایا کہ اسے اور اس کے سارے ماسیوں کو ان کے کام کے ساتھ ساتھ شہر میں گاڑ دیا جائے گا تو کسی کو پتہ بھی نہیں لگے گا۔ پولیس والوں نے بھی شاید دو لاکھ روپے ہی لیے تھے۔

مُک مُکا میں چھ لاکھ کا فائدہ ہوا تھا اچھی خاصی رقم تھی، دونوں وکیل سوچتے ہیں کہ اس قسم کے واقعات ہوتے رہنے چاہئیں۔

پھر مک مکا بھی ہونا چاہیے کرداروں کا کیا ہے ان کا تو نام بدل سکتا ہے کبھی نذیراں کبھی سکینہ۔ نام میں کیا رکھا ہے۔ پانچ دریاؤں کی مختلف بیٹیوں کے نام کچھ بھی ہو سکتے ہیں۔ (بشکریہ نیا دور)

انسانی حقوق کے دفاع کاروں کو درپیش خطرات پر ایک تحقیق

پاکستان میں انسانی حقوق کے دفاع کاروں پر بڑھتے ہوئے دباؤ، مثال کے طور پر بڑھتی ہوئی سنسر شپ، اختلاف سے عدم برداشت اور حقوق کی وکالت کے لیے سکڑتی ہوئی فضا جیسے مسائل سے نبٹنے کی اشد ضرورت ہے۔ ایچ آر سی پی نے آواز وشناخت کے نام سے ایک منصوبے پر کام شروع کیا ہے جس کا مقصد ایک ایسا ماحول پیدا کرنا ہے جہاں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کم ہو سکیں، اظہار کی آزادی کے حق کو تحفظ مل سکے اور اظہار کی آزادی پر کام کرنے والے انسانی حقوق کے دفاع کارِوں کا تحفظ یقینی بنایا جا سکے۔ انسانی حقوق کے دفاع کاروں کا ایک پائیدار نیٹ ورک تشکیل دینا، انسانی حقوق کے دفاع کاروں اور پالیسی سازوں کے مابین تبادلہ خیال کے نظام کو بہتر کرنا، اور سماج کی پسماندہ ترین پَرتوں کے لیے سازگار و کشادہ فضا پیدا کرنا اِس منصوبے کے بنیادی اہداف ہیں۔ یہ تحقیق کمیتی ومعیاری کوائف پر مبنی ہے۔ حالیہ برسوں میں انسانی حقوق کے دفاع کاروں کو درپیش خطرات کی نوعیت پر کیا گیا ایک سروے، پانچ شہروں میں انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے ساتھ ہونے والی مفصّل و جامع بحثیں اور دس اہم انٹرویوز اِس تحقیق کا حصہ ہیں۔ سروے کے لیے انسانی حقوق کے 484 دفاع کاروں سے رجوع کیا گیا۔ رپورٹ ہونے والے واقعات میں سے 50 فیصد عورتوں کے خلاف تشدد اور 49 فیصد اظہار کی آزادی کے فقدان سے متعلق تھے۔ دفاع کاروں کا جواب بھی علاقے اور صنف کے حوالے سے مختلف تھا۔ تقریباً نصف نے بتایا کہ گذشتہ دو برسوں کے دوران کچھ مخصوص حلقوں نے اُن سے رابطہ کیا تھا اور اُن کے کام کے بارے میں پوچھ گچھ کی تھی۔ عام طور پر، انہوں نے کسی کو بھی اس پوچھ گچھ سے آگاہ نہیں کیا تھا اور اُن میں سے زیادہ تر نے محسوس کیا کہ سرکاری پالیسیوں اور حساس مذہبی معاملات پر کھل کر بولنا مشکل کام ہے۔

انسانی حقوق کے دفاع کاروں سے ہونے والی مفصّل اور جامع گفتگو میں انسانی حقوق کے جن اہم معاملات کی نشاندہی کی گئی اُن میں اظہار کی آزادی پر حملے، عورتوں کے حقوق کی سلبی، بچوں کے ساتھ زیادتی، رازداری کے حق کی پامالی اور آن لائن ہراسانی شامل ہیں۔ کئی معاملات خاص علاقوں میں سماجی وسیاسی حالات سے جڑے ہوئے تھے، مثال کے طور پر اندرون ملک نقل مکانی کرنے والے افراد (آئی ڈی پیز) کے لیے پشاور میں امداد کا فقدان، کراچی اور حیدر آباد وغیرہ میں مذہب کی جبری تبدیلی۔ پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) کی ریلیوں میں شرکت، فوج پر تنقید، جبری گمشدگیوں کے خلاف آواز اٹھانے یا مذہب کی تضحیک کے قانون پر بات کرنے جیسے بعض معاملات پر بھی ریاستی ایجنسیوں کا منفی ردِعمل سامنے آیا۔ اِس دھونس و دھمکی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ انسانی حقوق کے دفاع کار عوامی مقامات یا سوشل میڈیا پر انسانی حقوق کے معاملات پر گفتگو کرتے وقت انتہائی محتاط زبان استعمال کرتے ہیں اور نمایاں ہونے سے گریز کرتے ہیں۔

انٹرویوز کے دوران یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ ریاستی تحفظ کا فقدان یا قانون کی بالادستی میں ریاست کی نااہلی بنیادی خطرات کی صورت میں سامنے آئیں، خاص طور پر اُس وقت جب شہریوں نے اظہار کی آزادی کا بنیادی حق استعمال کیا۔ انٹرویو دینے والوں کا یہ بھی خیال تھا کہ ریاست دائیں بازو کے مذہبی حلقوں کو برداشت کرنے کی پالیسی پر گامزن ہے یا پھر اُن سے خوفزدہ ہے۔ دوسرا پریشان کن رجحان جس کا انکشاف ہوا وہ ریاستی ایجنسیوں کی براہ راست مداخلت تھی۔ مثال کے طور پر، یہ طے کرتے وقت کہ خبریں فراہم والے صحافیوں کو کون سے معاملات اجاگر کرنے ہیں۔ انسانی حقوق کے کچھ دفاع کاروں نے اِن رکاوٹوں کا تخلیقی طریقوں سے مقابلہ کیا، جبکہ بعض نے اِنہیں دونوں فریقین کے مابین مکالمے کی ابتدا کا ایک موقع تصور کیا۔ البتہ، انسانی حقوق کے دیگر دفاع کار محسوس کرتے ہیں کہ ایک ایسے ماحول میں مکالمہ مشکل ہے جہاں ریاست کا کوئی واضح ایجنڈ نہیں نہ اُن کے خدشات کی شکل وصورت واضح ہے۔

کووڈ-19 پر ردعمل کے انسانی حقوق پر اثرات

11 مارچ 2020 کو، عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے اعلان کیا کہ وبائی بیماری کووڈ-19 جس کی پہلی بار ووہان، چین میں دسمبر 2019 میں نشاندہی ہوئی تھی، عالمی وباء کی صورت اختیار کرگئی ہے۔ وباء کے "پھیلاؤ اور سنگینی کے تشویشناک خدشات کا اظہار کرتے ہوئے"، ڈبلیو ایچ او نے حکومتوں سے اپیل کی کہ وہ وباء کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے فوری اور بھرپور کاروائی کریں۔

انسانی حقوق کے عالمی قانون کی رُو سے ہر شخص کو ممکنہ حد تک اعلیٰ ترین معیاری صحت کا حق حاصل ہے اور حکومتوں پر فرض ہے کہ وہ صحت عامہ کو درپیش خطرات کی روک تھام اور ضرورت مندوں کی طبی نگہداشت کے لیے ضروری اقدامات کریں۔ انسانی حقوق کا قانون یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ صحت عامہ کو سنگین خطرات اور قوم کی زندگی کے لیے پُرخطر قومی ہنگامی حالات میں بعض حقوق پر پابندیاں جائز ہوسکتی ہیں بشرطیکہ اُن کا قانونی جواز ہو، انتہائی ضروری ہوں، محدود مدت کے لیے ہوں، انسانی وقار کا احترام کریں، نظرثانی کے تابع ہوں، اور مقصد کے حصول کے لیے موزوں ہوں۔

کووڈ-19 وباء کی سطح اور شدت واضح طور پر صحت عامہ کے لیے ایک ایسا خطرہ بن گئی ہے کہ بعض حقوق پر پابندیاں جائز ہو جاتی ہیں جیسے کہ نقل وحرکت کی آزادی کو محدود کرنے کے لیے قرنطینہ یا تنہائی۔ بیک وقت، انسانی حقوق پر صحیح توجہ مثال کے طور پر غیر امتیازی سلوک اور انسانی حقوق کے اصول جیسے کہ شفافیت اور انسانی وقار کا احترام بحران کے اوقات میں جنم لینے والے انتشار اور افراتفری کے ماحول میں ایک مؤثر ردعمل کا سبب بن سکتے ہیں اور ان نقصانات کو کم کرسکتے ہیں جو ایسے وسیع تر اقدامات کے اطلاق سے پہنچتے ہیں جو درج بالا معیار پر پورا نہیں اترتے۔

اس دستاویز میں، حکومتوں کے اس وقت تک کے ردعمل کی مثالوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، کورونا وائرس کے پھیلاؤ سے انسانی حقوق کے جو مسائل پیدا ہوئے ہیں اُن کا جائزہ لیا گیا ہے، اور ایسی تجاویز پیش کی گئی ہیں جن پر عمل کر کے حکومتیں اور دیگر عناصر وباء کے خلاف اپنے اقدامات میں انسانی حقوق کا احترام کرسکتے ہیں۔

کووڈ-19

کووڈ-19 ایک متعدی بیماری ہے جس کا سبب ایک نیا کورونا وائرس ہے جس کی سب سے پہلے نشاندہی دسمبر 2019 میں ہوئی تھی۔ کورونا وائرسز ایسے وائرسز کا کنبہ ہیں جو نظام تنفس کو متاثر کرتے ہیں۔ کووڈ-19 کی روک تھام کے لیے ابھی تک ویکسین تیار نہیں ہوئی، اور نہ ہی اس کا کوئی علاج دریافت ہوا ہے سوائے اس کے کہ صرف علامتوں کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔

> عالمی میثاق برائے معاشی، معاشرتی وثقافتی حقوق جسے زیادہ تر ممالک نے منظور کر رکھا ہے، کے تحت ہر فرد کو "ممکنہ حد تک اعلیٰ ترین معیار کی جسمانی و ذہنی صحت" کا حق حاصل ہے۔ حکومتیں وبائی، متعدی، پیشہ ورانہ اور دیگر بیماریوں کی روک تھام، علاج اور کنٹرول کے لیے مؤثر اقدامات کرنے کی پابند ہیں۔"

مارچ 2020 کے وسط تک، 150 سے زیادہ ممالک میں کووڈ-19 کے کیسز کی اطلاعات مل چکی تھیں، اور ڈبلیو ایچ او کی اطلاعات کے مطابق دنیا بھر میں کیسز کی تعداد 200,000 سے زائد ہے۔ 7,000 سے زائد لوگ مر چکے ہیں اور یہ تعداد تشویشناک حد تک بڑھ رہی ہے۔

قابل اطلاق عالمی معیارات

عالمی میثاق برائے معاشی، معاشرتی وثقافتی حقوق جسے زیادہ تر ممالک نے منظور کر رکھا ہے، کے تحت ہر فرد کو "ممکنہ حد تک اعلیٰ ترین معیار کی جسمانی و ذہنی صحت" کا حق حاصل ہے۔ حکومتیں وبائی، متعدی، پیشہ ورانہ اور دیگر بیماریوں کی روک تھام، علاج اور کنٹرول کے لیے مؤثر اقدامات کرنے کی پابند ہیں۔"

میثاق کی پاسداری پر نظر رکھنے والی اقوام متحدہ کی کمیٹی برائے معاشی، معاشرتی وثقافتی حقوق نے کہا کہ:

صحت کے حق کا حقوق کی عالمی دستاویز میں درج دیگر حقوق جیسے کہ خوراک، روزگار، تعلیم، انسانی وقار، زندگی، عدم امتیاز، برابری، ایذا رسانی کی ممانعت، خلوت، معلومات تک رسائی، اور انجمن سازی، اجتماع اور نقل وحرکت کی آزادی کے حصول کے ساتھ بہت قریبی تعلق ہے اور اس کا تحفظ اُن کے تحفظ پر منحصر ہے۔ یہ اور دیگر حقوق اور آزادیاں صحت کے حق کے لازمی اجزا کو پورا کرتے ہیں۔

صحت کا حق تقاضا کرتا ہے کہ صحت کے مراکز، سازوسامان، اور سہولیات:

☆ مناسب مقدار میں دستیاب ہونے چاہئیں۔

☆ بلاامتیاز ہر فرد کی رسائی میں ہوں، اور تمام افراد حتیٰ کہ پسے ہوئے طبقوں کی پہنچ میں ہوں؛

☆ قابل قبول ہوں، طبی اخلاقیات کے لیے قابل احترام اور ثقافتی لحاظ سے موزوں ہوں؛ اور

☆ سائنسی و طبی لحاظ سے موزوں ہوں اور معیاری ہوں۔

سیراکیوزا اصول، جنہیں یواین کی معاشی و معاشرتی کونسل نے 1984 میں منظور کیا تھا اور ہنگامی حالات اور نقل و حرکت کی آزادی پر یواین کمیٹی برائے انسانی حقوق کے عمومی تبصرے اُن حکومتی اقدامات کے لیے واجب التعمیل رہنمائی فراہم کرتے ہیں جو صحت عامہ یا قومی ہنگامی صورت حال جیسی وجوہ پر انسانی حقوق کو محدود کرتے ہیں۔ عوام کے تحفظ کے لیے کیے گئے اقدامات جو عوام کے حقوق و آزادیوں کو محدود کرتے ہوں قانونی، ضروری اور موزوں ہونے چاہئیں۔ ہنگامی حالت کا اطلاق محدود مدت کے لیے ہونا ضروری ہے اور حقوق پر پابندیاں عائد کرتے وقت مخصوص آبادیوں اور پسے ہوئے طبقوں پر پڑنے والے نسبتاً زیادہ اثرات کو مدنظر رکھا جائے۔

16 مارچ 2020 کو، یواین کے انسانی حقوق کے ماہرین کے ایک گروپ نے کہا کہ "کووڈ-19 وباء کے پھیلاؤ کی بنیاد پر ہنگامی حالات کے اطلاق کو مخصوص گروہوں، اقلیتوں، یا افراد کو نشانہ بنانے کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔ اسے صحت کی حفاظت کے لبادے میں جابرانہ عمل پر پردہ ڈالنے کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔۔۔ اور اختلاف رائے کو دبانے کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔"

سیراکیوزا اصول خاص تاکید کرتے ہیں کہ پابندیاں، کم ازکم:

☆ قانون کی مطابقت میں لاگو ہوں اور قانون کی روشنی میں ہی جاری رہیں؛

☆ مفاد عامہ کو ملحوظ خاطر رکھ کر لگائی جائیں؛

☆ ایک جمہوری سماج میں مقصد کے حصول کے انتہائی ناگزیر ہوں؛

☆ مقصد تک پہنچنے کے لیے بہت کم دخل انداز اور امتناعی ہوں؛

☆ سائنسی بنیاد پر مبنی ہوں اور اطلاق میں نہ من مانی اور نہ امتیازی ہوں؛ اور

☆ محدود مدت کے لیے ہوں، انسانی وقار کے احترام پر مبنی ہوں اور نظر ثانی کے تابع ہوں۔

جانسانی حقوق سے متعلق خدشات

اظہار کی آزادی کو تحفظ دیا جائے اور ضروری معلومات تک رسائی یقینی بنائی جائے۔

انسانی حقوق کے عالمی قانون کے تحت، حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ اظہار کی آزادی کو یقینی بنائیں اور سرحدوں سے بالاتر ہو کر ہر قسم کی معلومات کی جستجو، حصول اور ترسیل کے حق کی حفاظت کریں۔ عوام کی صحت کی خاطر، مناسب پابندیاں، جن کا اوپر ذکر ہے، اس حق کو متاثر نہیں کرتیں۔

حکومتیں حق صحت سمیت انسانی حقوق کے تحفظ و فروغ کے لیے ضروری معلومات دینے کی پابند ہیں۔ کمیٹی برائے معاشی، معاشرتی و ثقافتی حقوق سمجھتی ہے کہ سماج میں صحت کے بنیادی مسائل سے متعلق معاملات کی تعلیم و معلومعات کی فراہمی بشمول وہ معلومات جو ان مسائل کی روک تھام و تدارک سے متعلق ہے، حکومتوں کا "بنیادی فریضہ" ہے۔ کووڈ-19 پر انسانی حقوق پر مبنی ردعمل تقاضا کرتا ہے کہ وباء، سہولیات تک رسائی، سہولیات کے تعطل، اور وباء پر ردعمل کے دیگر پہلوؤں کے بارے میں درست اور تازہ ترین معلومات تمام افراد کی دسترس میں ہونی چاہییں۔

کئی ممالک میں، حکومتیں صحافیوں اور شعبہ صحت سے وابستہ لوگوں کے خلاف کاروائیاں کرنے کے سبب اظہار کی آزادی کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ہیں۔ اس کا حتمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بیماری کے حملے کے متعلق معلومات کی مؤثر فراہمی متاثر ہوتی ہے اور سرکاری اقدامات پر عوام کا اعتماد کم ہوتا ہے:

چینی حکومت نے ابتدا میں عوام سے کورونا وائرس کے متعلق معلومات عوام سے چھپائیں، وباء کے کم کیسز ظاہر کیے، وباء کی شدت کو کم ظاہر کیا اور انسانوں سے انسانوں میں منتقلی کے امکان کو مسترد کیا۔ حکام نے لوگوں کو سوشل میڈیا پر وباء کی رپورٹنگ پر اور انٹرنیٹ صارفین کو "افواہیں پھیلانے" کے الزام میں گرفتار کیا، وباء پر آن لائن بحث پر پابندی لگائی اور ذرائع ابلاغ پر رپورٹنگ کو دبایا۔ جنوری کے شروع میں، ووہان کے ایک ہسپتال جہاں مریضوں کا علاج ہو رہا تھا، کے ایک ڈاکٹر لی وینلیانگ نے آن لائن گفتگو میں نئے وائرس کے بارے میں خبردار کیا تو انہیں پولیس نے "افواہیں پھیلانے" پر طلب کر لیا۔ وہ اس بیماری سے فروری کے اوائل میں انتقال کر گئے۔

ایران میں وبا پھوٹی جب حکام نے وسیع پیمانے پر ہونے والے حکومت مخالف مظاہروں کو بری طرح دبا کر اور ایک مسافر طیارے کو مار گرانے کے متعلق جھوٹ بول کر عوامی اعتماد کو نقصان پہنچایا۔ اس کے نتیجے میں، حکومت کو عوام کو یہ یقین دہانے کرانے کے لیے بڑی تگ و دو کرنی پڑی کہ کووڈ-19 کے حوالے سے سرکار کی فیصلہ سازی عوام کے

> حکومتیں حق صحت سمیت انسانی حقوق کے تحفظ و فروغ کے لیے ضروری معلومات دینے کی پابند ہیں۔ کمیٹی برائے معاشی، معاشرتی و ثقافتی حقوق سمجھتی ہے کہ سماج میں صحت کے بنیادی مسائل سے متعلق معاملات کی تعلیم و معلومعات کی فراہمی بشمول وہ معلومات جو ان مسائل کی روک تھام و تدارک سے متعلق ہے، حکومتوں کا "بنیادی فریضہ" ہے۔ کووڈ-19 پر انسانی حقوق پر مبنی ردعمل تقاضا کرتا ہے کہ وباء، سہولیات تک رسائی، سہولیات کے تعطل، اور وباء پر ردعمل کے دیگر پہلوؤں کے بارے میں درست اور تازہ ترین معلومات تمام افراد کی تمام افراد کی دسترس میں ہونی چاہییں۔

بہترین مفاد میں ہے۔ سرکاری عہدیداروں کو وباء لگنے کے واقعات کی بڑی شرح اور ریاستی عہدیداروں اور ملکی ذرائع ابلاغ کے اعداد و شمار میں تضاد نے ان خدشات کو تقویت دی کہ اعداد و شمار کو جان بوجھ کر کم پیش کیا جا رہا ہے یا پھر انہیں اکٹھا کرنے اور ان کا تجزیہ کرنے کا عمل بہت ناقص ہے۔

تھائی لینڈ میں وسل بلورز (پس پردہ رہ کر حقائق سامنے لانے والے) اور آن لائن صحافیوں کے خلاف حکام نے انتقامی قانونی دعوے اور انہیں دھمکیاں دیں جب انہوں نے وباء کے ردعمل میں سرکاری اقدامات پر تنقید کی، ممکنہ خدشات ظاہر کیے کہ سرکار کے غلط اقدامات پر پردہ ڈالا جائے گا، اور سرجیکل ماسکوں اور دیگر طبی ساز و سامان کی ذخیرہ اندوزی اور نفع اندوزی سے متعلق بدعنوانی کی اطلاعات دیں۔ کچھ طبی عملے کو ملازمت کے معاہدے ختم کرنے اور اپنے لائسنس منسوخ کرنے سمیت انضباطی کاروائی کی دھمکی دی گئی جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ملک بھر کے ہسپتالوں میں ضروری ساز و سامان کی شدید قلت کے بارے میں بولے تھے۔

چند ایک ممالک نے واقعات کی تعداد کی کھلی معلومات اور شفاف رپورٹنگ کو ترجیح دی:

تائیوان نے وباء سے لڑنے کے لیے فوری اقدامات کیے۔ عوام کو مستند معلومات کی فوری فراہمی اُن اقدامات کا حصہ تھی۔ روزانہ کی پریس بریفنگیں اور عوام کی سہولت کے لیے ہونے والے اعلانات کا مقصد غلط معلومات کا مقابلہ کرنا تھا جس سے خوف کو کم کرنے، عوام کا اعتماد بحال کرنے اور بحران میں لوگوں کی معاونت کی حوصلہ افزائی کرنے میں مدد ملی۔

سنگاپور کی حکومت نے مریضوں اور صحتیاب ہونے والوں کی تعداد اور شرح پر تازہ ترین مفصل اعداد و شمار مستقل بنیادوں پر جاری کیے۔

جنوبی کوریا کی حکومت نے بھی صحت کے کوائف جاری کیے اور صحت کے اہلکاروں نے ہر روز دو بریفنگیں دی تاکہ لوگوں کا اعتماد بحال رہے اور وہ چوکس و ہوشیار رہیں۔

اٹلی میں ریاستی عہدیداروں کی طرف سے متضاد پیغامات، بشمول وہ جن کی وجہ خاص ملکی سیاسی حالات تھے، نے ہوسکتا ہے کہ مناسب صفائی اور سماجی فاصلے کے متعلق اعلانات کے اثر کو کم کیا ہو۔ حکومت نے روزانہ کی بنیاد پر ذرائع ابلاغ کے ذریعے کوائف جاری کیے اور ایک بھرپور عوامی مہم چلائی جس میں لوگوں کو وباء سے اپنے اور دوسروں کے تحفظ کے لیے حفاظتی اقدامات کے بارے میں بتایا گیا۔

سفارشات:

حکومتیں اظہار کی آزادی اور معلومات تک رسائی کے حقوق کا مکمل احترام کریں اور انہیں صرف عالمی اصولوں کی روشنی میں محدود کریں۔

حکومتیں کووڈ-19 کے بارے میں عوام کو جو معلومات دیں وہ درست، بروقت اور انسانی حقوق کے اصولوں سے ہم آہنگ ہونی چاہییں۔ غلط اور گمراہ کُن معلومات سے نپٹنے کے لیے یہ ضروری ہے۔

کووڈ-19 کے متعلق ہر قسم کی معلومات قابل رسائی اور مختلف زبانوں میں ہونی چاہیے، ان لوگوں کے لیے بھی جو کم پڑھے لکھے ہیں یا بالکل نہیں پڑھے لکھے۔ اس میں ٹیلی ویژن کے ذریعے ہونے والے اعلانات کے لیے اچھے معیار کی تشریح کا بندوبست کیا جائے جیسا کہ تائیوان نے کیا ہے؛ ویب سائٹس جو نظر، سماعت، لرننگ اور دیگر معذوریوں کے شکار لوگوں کے لیے قابل رسائی ہوں؛ ٹیلی فون پر مبنی سہولیات جن میں اُن لوگوں کے لیے قابل فہم پیغامات ہوں جو بہرے ہیں یا جن کے لیے سننا مشکل ہے۔ معلومات کی ترسیل سادہ زبان میں ہوتا کہ اسے زیادہ سے زیادہ سمجھا جا سکے۔ بچوں کو عمر

کے لحاظ سے موزوں معلومات دی جائے جس سے انہیں خود کو محفوظ کرنے کے لیے اقدامات کرنے میں مدد مل سکے۔

صحت کے کوائف خاص طور پر حساس ہوتے ہیں اور معلومات کا آن لائن اجراء متاثرہ افراد اور اُن لوگوں کے لیے بڑے خطرے کا سبب بن سکتا ہے جو سماج میں غیر محفوظ اور پسی ہوئی حالت میں ہیں۔

انٹرنیٹ تک قابل بھروسہ اور بلا تعطل رسائی کا بندوبست کیا جائے اور انٹرنیٹ کی سہولت کم آمدنی والے لوگوں کی پہنچ میں لانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ امریکی وفاقی مواصلاتی کمیشن کی، "امریکیوں کو جوڑ کر رکھیں"، کا عہد شراکتی کمپنیوں کو پابند کرتا ہے کہ وہ اُن صارفین کو سہولیات کی فراہمی معطل نہیں کریں گی جو کورونا وائرس کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل کی وجہ سے واجبات ادا نہیں کر سکتے، ادائیگی میں تاخیر پر لگنے والے محصولات معاف کریں اور ہر اُس امریکی کے لیے وائی فائی ہاٹ سپاٹس کھولیں جسے اُن کی ضرورت ہے۔ وباء کے دنوں میں ڈیٹا کیپ ہٹانے، رفتار بہتر کرنے اور کم آمدنی والوں کے مفاد کے لیے شروع کیے گئے منصوبوں کے لیے اہلیت کی شرائط ختم کرنے کے لیے مزید اقدامات کیے جائیں۔

یقینی بنائیں کہ قرنطینہ، لاک ڈاؤن، اور سفری پابندیاں انسانی حقوق کی اقدار سے ہم آہنگ ہوں

انسانی حقوق کا عالمی قانون، خاص طور پر عالمی میثاق برائے شہریتی وسیاسی حقوق (آئی سی سی پی آر) کہتا ہے کہ صحت عامہ یا قومی ہنگامی حالات کی وجوہ پر حقوق پر لگنے والی پابندیاں قانونی، ضروری اور موزوں ہونی چاہییں۔ مشتبہ مریضوں کا لازمی قرنطینہ یا تنہائی جیسی پابندیوں پر عملدرآمد، کم از کم قانون کی مطابقت میں ہونا چاہیے۔ وہ جائز مقصد کے حصول کے لیے انتہائی ضروری ہوں، سائنسی بنیاد پر مبنی ہوں اور اطلاق میں نہ من مانی اور نہ امتیازی ہوں، محدود مدت کے لیے ہوں، انسانی وقار کے لیے احترام پر مبنی ہوں اور نظر ثانی کے تابع ہوں۔

غیر معینہ مدت کے لیے بڑے پیمانے پر قرنطینہ اور لاک ڈاؤن بمشکل ہی اس معیار پر پورا اترتے ہیں اور اکثر جلد بازی میں کیے جاتے ہیں، جس دوران قرنطینہ میں رہنے والوں خاص طور پر خطرے سے دوچار آبادیوں کے تحفظ کو یقینی نہیں بنایا جاتا۔ چونکہ ایسے قرنطینہ اور لاک ڈاؤن کا ایک ہی جیسا نفاذ اور اطلاق مشکل کام ہوتا ہے، اس لیے یہ اپنے اطلاق میں بے جا اور امتیازی ہوتے ہیں۔

انسانی حقوق کے عالمی قانون کی رو سے، نقل وحرکت کی آزادی، اصولی طور پر، تمام افراد کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ اپنا

جنوری کے وسط میں، چینی حکام نے دو دنوں میں لگ بھگ چھ کروڑ لوگوں کو قرنطینہ کیا تا کہ وباء کو صوبہ ہوبے کے شہر ووہان جہاں سے اس کی پہلی دفعہ اطلاع ملی تھی، سے دیگر علاقوں میں پھیلنے سے روکا جا سکے، حالانکہ جب قرنطینہ شروع ہوا، اُس وقت تک ووہان کی ایک کروڑ، دس لاکھ آبادی میں سے پچاس لاکھ لوگ شہر چھوڑ چکے تھے۔ قرنطینہ والے شہروں میں کئی لوگوں نے طبی نگہداشت اور دیگر ضروریات زندگی کے حصول میں مشکلات کا اظہار کیا، اور اموات اور بیماریوں کی دردناک کہانیاں سامنے آئیں۔ ایک لڑکا دماغی فالج کے باعث مر گیا کیونکہ اس کے والد کو قرنطینہ مرکز میں ڈالا گیا جس کے بعد کوئی بھی اس کا خیال نہ رکھ سکا۔

ملک چھوڑ سکتے ہیں، اپنے ملک میں داخل ہو سکتے ہیں، اور ملک کے تمام علاقوں میں آزادی کے ساتھ نقل وحرکت کر سکتے ہیں۔ ان حقوق پر پابندیاں صرف اُس صورت میں لگائی جا سکتی ہیں کہ وہ قانونی ہوں، ایک جائز مقصد کے لیے ہوں، اور موزوں ہوں۔ سفری پابندیاں اور نقل حرکت پر بندشیں امتیازی نہیں ہوسکتیں اور نہ ہی لوگوں کے پناہ لینے کے حق کے منافی ہوسکتی ہیں یا انہیں اُس ملک میں واپس بھیجنے پر حتمی پابندی جہاں ان پر مظالم یا تشدد ہونے کے امکانات ہیں، کے برخلاف نہیں ہوسکتیں۔

عالمی قانون کے تحت، حکومتوں کو اختیار ہے کہ دیگر ممالک سے مسافرین یا مہاجرین کے داخلے پر پابندی عائد کر سکتی ہیں۔ تاہم، تاریخی لحاظ سے دیکھا جائے تو ملکی اور عالمی سفری پابندیوں کا وباء کی ترسیل کی روک تھام میں کردار محدود ہی رہا ہے، اور حقیقت میں یہ پابندیاں بیماری کے پھیلاؤ کو تیز کر سکتی ہیں اگر لوگ اُن کے اطلاق سے پہلے قرنطینہ مراکز سے چلے جاتے ہیں۔

چین میں، حکومت نے حقوق کا خاطر خواہ خیال کیے بغیر بڑے پیمانے پر قرنطینہ کا اطلاق کیا:

جنوری کے وسط میں، چینی حکام نے دو دنوں میں لگ بھگ چھ کروڑ لوگوں کو قرنطینہ کیا تا کہ وباء کو صوبہ ہوبے کے شہر ووہان جہاں سے اس کی پہلی دفعہ اطلاع ملی تھی، سے دیگر علاقوں میں پھیلنے سے روکا جا سکے، حالانکہ جب قرنطینہ شروع ہوا، اُس وقت تک ووہان کی ایک کروڑ، دس لاکھ آبادی میں سے پچاس لاکھ لوگ شہر چھوڑ چکے تھے۔ قرنطینہ والے شہروں میں کئی لوگوں نے طبی نگہداشت اور دیگر ضروریات زندگی کے حصول میں مشکلات کا اظہار کیا، اور اموات اور بیماریوں کی دردناک کہانیاں سامنے آئیں۔ ایک لڑکا دماغی فالج کے باعث مر گیا کیونکہ اس کے والد کو قرنطینہ مرکز میں ڈالا گیا جس کے بعد کوئی بھی اس کا خیال نہ رکھ سکا۔ خون کے سرطان کی ایک مریضہ ہلاک ہوئی کیونکہ اسپتالوں نے بیماری کی ترسیل کے ڈر سے اُسے داخل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ایک ماں گڑگڑا کر پولیس سے استدعا کرتی رہی کہ سرطان خون میں مبتلا اس کی بیٹی کو کیمیائی علاج کے لیے ایک پل پر قائم پولیس چوکی سے گزرنے دیا جائے۔ گردے کی بیماری والے ایک شخص نے اُس وقت اپنے اپارٹمنٹ کی بالکنی سے چھلانگ لگا کر زندگی سے ہاتھ دھو دیے جب وہ ڈایالائسز کے لیے کسی صحت مرکز نہ جا سکا۔ اطلاعات کے مطابق، حکام نے لوگوں کی بندش کے لیے کئی ایسے اقدامات کیے جو بیجا مداخلت تصور ہوتے ہیں۔ مشتبہ متاثرہ خاندانوں کی ناکہ بندی کے لیے اُن کے دروازوں کو دھات کے ستونوں سے بند رکھا گیا، ماسک پہننے سے انکار کرنے والے لوگوں کو گرفتار کیا گیا اور لاؤڈ اسپیکر والے ڈرون اڑائے گئے جنہوں نے بغیر ماسک باہر جانے والے لوگوں کو بُرا بھلا کہا۔ حکام نے ووہان یا صوبہ ہوبے کے اُن لوگوں کے خلاف امتیازی سلوک کے تدارک کے لیے کچھ نہ کیا جو چین کے دیگر علاقوں میں منتقل ہو گئے تھے۔

اٹلی میں حکومت نے لاک ڈاؤن کا اطلاق کیا، مگر انفرادی حقوق کے لیے نسبتاً بہتر حفاظتوں کے ساتھ۔ فروری کے اواخر میں ملک میں کووڈ-19 کے کیسز سامنے آنے کے بعد، اٹلی کی حکومت نے وقت کے ساتھ ساتھ بتدریج پابندیاں لگائیں۔ شروع شروع میں، حکام نے لمبارڈے میں 10 قصبوں اور وینیٹو میں ایک قصبے کو سخت گیر قرنطینہ قرار دیتے ہوئے وہاں کے باشندوں کو علاقے چھوڑنے سے منع کیا۔ ساتھ ہی انہوں نے متاثرہ علاقوں میں سکول بند کر دیے۔ واقعات میں اضافے اور ریاستی نظام صحت پر بڑھتے ہوئے ناقابل برداشت بوجھ کا حوالہ دیتے ہوئے، حکومت نے 8 مارچ کو ملک کے شمالی علاقوں پر کئی نئے اقدامات کا اطلاق کیا جن کی بدولت نقل وحرکت اور بنیادی آزادیوں پر پہلے سے سخت پابندیاں عائد ہوئیں۔ اگلے دن، پورے ملک پر اقدامات کا اطلاق کیا گیا۔

مزید اقدامات لاگو کیے گئے۔ ضروری کام یا طبی ضروریات (خود ساختہ تصدیق پر) کے سوا سفر پر پابندی، تمام ثقافتی مراکز (سینما، عجائب گھر) کی بندش، اور کھیل کی تمام تقاریب اور عوامی اجتماعات کی تنسیخ اُن اقدامات کا حصہ تھے۔ 11 مارچ کو، حکومت نے ملک بھر میں تمام شراب خانے،

ریستوران اور اسٹور ماسوائے کھانے کے بازاروں اور ادویات خانوں کے (اور چند ایک مستثنیات کے) بند کروا دیے۔ جائز وجوہ کے بغیر سفری پابندیوں کی پاسداری نہ کرنے والے لوگوں کو 206 یورو جرمانہ اور تین ماہ کی قید ہو سکتی ہے۔ ملک بھر میں تمام سکول اور جامعات بند کر دی گئی تھیں۔ لوگوں کو ضروری اشیاء کی خرید، ورزش، کام (اگر وہ گھر سے کام کرنے کے قابل نہیں)، اور صحت کے مسائل (کسی بیمار رشتہ دار کا خیال رکھنے سمیت) کے باعث باہر نکلنے کی اجازت دی گئی۔

جنوبی کوریا، ہانگ کانگ، تائیوان اور سنگاپور جیسی دیگر حکومتوں نے وباء پھوٹنے کے بعد کے اقدامات کے دوران ذاتی آزادی پر وسیع تر پابندیوں کے اطلاق سے گریز کیا، مگر اُن ملکوں سے مسافرین کی تعداد کم کر دی جہاں یہ وباء کافی زیادہ پھیلی ہوئی تھی۔

جنوبی کوریا میں، حکومت نے کووڈ-19 سے بچاؤ کے لیے پہلے سے ہی اور بڑی تعداد میں لوگوں کے طبی معائنے کیے۔ حکومت نے وباء والے علاقوں کی نشاندہی پر توجہ مرکوز کی، خطرے سے دوچار افراد کے بلامعاوضہ معائنے کیے، اُن شاہراہوں و گلیوں کو وائرس سے پاک کیا جہاں مشتبہ مریضوں کی تعداد زیادہ تھی، ڈرائیو تھرو معائنہ مراکز قائم کیے اور سماجی فاصلے کی حوصلہ افزائی کی۔ ہانگ کانگ میں، سماجی فاصلے، ہاتھ دھونے اور ماسک پہننے کی ٹھوس کوششیں نظر آئیں۔ تائیوان نے پیش بند اقدامات کے طور پر اُن لوگوں کا سراغ لگایا جنہوں نے سانس لینے میں دشواری کے لیے علاج کی درخواست کی تھی اور اُن میں سے بعض کا کووڈ-19 کا معائنہ کیا۔ انہوں نے ایک ایسا نظام بھی تشکیل دیا جس کے باعث حکام چوکنا ہوتے ہیں اور جب لوگ کلینکوں میں آتے ہیں تو حکام کو ان کے سفر کی تاریخ اور علامتوں کی بنیاد پر شناخت اور مانیٹرنگ کے کام میں مدد ملتی ہے۔ سنگاپور نے دیگر اقدامات کے ساتھ ساتھ، اُن لوگوں کے رابطے میں رہنے والوں کے سراغ کا طریقہ کار اپنایا جن میں وائرس کی تصدیق ہوئی تھی۔ البتہ، حکومت نے چار غیر ملکی مزدوروں کو 14 دن کے لیے کام پر قانونی پابندی کی خلاف ورزی کرنے پر ملک بدر کر دیا اور ملک میں ان کے کام پر پابندی عائد کی جو کہ غیر موزوں سزائیں ہیں۔

سفارشات:

حکومتیں نقل و حرکت اور ذاتی آزادی پر بلاامتیاز اور لمبی چوڑی پابندیاں لگانے سے گریز کریں اور صرف لازمی پابندیوں کا اطلاق کریں جو سائنسی لحاظ سے ضروری اور اہم ہوں اور اُس وقت لگائی جائیں جب متاثرہ لوگوں کی امداد

قرنطینہ یا لاک ڈاؤن نافذ کرتے وقت حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو خوراک، پانی، صحت اور نگہداشت کی سہولتیں دیں۔ کئی بزرگوں اور معذوری کے شکار لوگوں کا انحصار گھریلو اور سماجی خدمات کی بلاتعطل فراہمی پر ہوتا ہے۔ ان خدمات اور اقدامات کے تسلسل کو یقینی بنانے کا مطلب یہ ہے کہ سرکاری ایجنسیاں، سماجی تنظیمیں، صحت کی سہولیات اور دیگر ضروری سہولتیں فراہم کرنے والے اس حالت میں ہیں کہ وہ عمر رسیدہ لوگوں اور معذوری کے شکار افراد کی ضروریات پورا کرنے کے لیے اہم کارروائیاں جاری رکھ سکیں۔

کے طریقوں کو یقینی بنا لیا جائے۔ امریکہ میں صحت و قانون کے 800 سے زائد ماہرین کے لکھے گئے ایک خط میں کہا گیا ہے کہ "رضا کارانہ خود ساختہ تنہائی والے اقدامات (تعلیم، بڑی سطح کے طبی معائنوں اور علاج تک عالمگیر رسائی کے ساتھ) جبری اقدامات کی نسبت عوام کا زیادہ تعاون اور اعتماد حاصل کریں گے اور صحت کے نظام سے رابطے سے گریز کی کوششوں کی روک تھام کے لیے مددگار ثابت ہوں گے۔"

قرنطینہ یا لاک ڈاؤن نافذ کرتے وقت حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو خوراک، پانی، صحت اور نگہداشت کی سہولتیں دیں۔ کئی بزرگوں اور معذوری کے شکار لوگوں کا انحصار گھریلو اور سماجی خدمات کی بلاتعطل فراہمی پر ہوتا ہے۔ ان خدمات اور اقدامات کے تسلسل کو یقینی بنانے کا مطلب یہ ہے کہ سرکاری ایجنسیاں، سماجی تنظیمیں، صحت کی سہولیات اور دیگر ضروری سہولتیں فراہم کرنے والے اس حالت میں ہیں کہ وہ عمر رسیدہ لوگوں اور معذوری کے شکار افراد کی ضروریات پورا کرنے کے لیے اہم کارروائیاں جاری رکھ سکیں۔ حکومتیں ایسی تدابیر اختیار کریں جو سہولیات کی فراہمی کو کم سے کم متاثر کریں اور متبادل سہولیات کے لیے ہنگامی ذرائع پیدا کریں۔ سماج کی سطح پر خدمات میں خلل کے نتیجے میں عمر رسیدہ اور معذوری کے شکار لوگوں کی صلاحیتیں کم ہو جاتی ہیں اور اموات سمیت صحت کے مزید منفی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

سرکار اور اداروں کی زیرِ تحویل لوگوں کو تحفظ دیں

کووڈ-19، دیگر وبائی امراض کی طرح، اُن آبادیوں کو لیے زیادہ خطرے کا باعث ہے جہاں لوگ بہت قریب قریب رہ رہے ہیں۔ اور یہ مرض عمر رسیدہ لوگوں اور دل کی بیماری، ذیابیطس، سانس کی دیرینہ بیماری اور بلند فشار خون کے شکار لوگوں کو دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ متاثر کرتی ہے۔ چین میں کووڈ-19 سے مرنے والوں میں 80 فیصد وہ لوگ تھے جن کی عمر 60 برس سے زائد تھی۔

حراستی مقامات جیسے کہ قید خانوں، جیلوں اور مہاجرین کے حراستی مراکز، نیز معذوری کے شکار لوگوں کے رہائشی اداروں، اور عمر رسیدہ لوگوں کی دیکھ بھال کے مراکز پر خطرہ خاص طور پر زیادہ ہے کیونکہ وہاں وباء تیزی سے پھیل سکتی ہے، خاص کر اگر صحت کا نظام پہلے سے ناقص ہے۔ ریاست کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے زیرِ تحویل لوگوں کو کم از کم اس حد تک صحت کی سہولت ضرور دے جس طرح کی طبی سہولت کا بندوبست اِس نے باقی عام لوگوں کے لیے کیا ہوا ہے۔ اور مہاجرین بشمول وہ مہاجرین جن کے نام درج نہیں سمیت تمام زیرِ حراست افراد کو احتیاطی، شافی اور تخفیفی طبی امداد تک مساوی رسائی سے محروم نہ کرے یا صحت کی ان سہولیات تک اُن کی رسائی محدود نہ کرے۔ پناہ گزین، مہاجرین جو خیموں میں مقیم ہیں، اور بے گھر لوگ زیادہ غیر محفوظ ہیں کیونکہ اُنہیں مناسب پانی اور حفظانِ صحت کی سہولیات میسر نہیں۔

ضعیفوں کی دیکھ بھال کے مراکز اور دیگر مقامات جہاں بزرگ افراد کی بڑی تعداد مقیم ہے وہاں اُن کے ملاقاتیوں سے متعلق پالیسی اس طرح متوازن ہو کہ جس میں بزرگوں اور خطرے کیشکار دیگر باشندوں کے تحفظ، اور خاندان اور دیگر لوگوں سے ان کے رابطے کی ضرورت کے مابین توازن پیدا ہو۔ امریکی محکمہ برائے امورِ بزرگان نے کووڈ-19 کے خطرے کے ردِعمل میں ملک بھر کے تمام 134 نرسنگ سنٹرز میں "نو وزٹیر" پالیسی کا اعلان کیا جس سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی فرد وہاں مقیم لوگوں سے ملنے نہیں جا سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ عمر رسیدہ لوگوں کو درپیش خطرہ سنگین ہے مگر ایسی بلاامتیاز پالیساں عوام کی صحت سے متعلق رہنمائی یا عمر رسیدہ لوگوں کی ضروریات کا خیال نہیں رکھتیں۔

قید خانوں، جیلوں اور پناہ گزین حراستی مراکز میں مقیم لوگوں کو عام حالات میں مناسب طبی امداد نہیں ملتی، یہاں تک کہ معاشی طور پر ترقی یافتہ ملکوں میں بھی۔ یو ایس امیگریشن و کسٹمز انفورسمنٹ کی تحویل میں مہاجرین کی حالیہ اموات میں انتہائی غیر معیاری طبی نگہداشت کا بھی کردار تھا۔ زیرِ تحویل آبادیوں میں عمر رسیدہ لوگ اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں کئی دیرینہ بیماریاں لاحق ہیں، مطلب کہ انہیں کووڈ-19 سے بیمار ہونے کا زیادہ خطرہ ہے۔

امریکہ کی جیلوں میں کئی لوگ کسی جرم کی سزا نہیں بھگت رہے مگر صرف اس وجہ سے بند ہیں کہ وہ اپنے مقدمے میں ضمانت کی فیس ادا نہیں کر سکتے۔ امریکی جیلوں میں بزرگ

مردوں اور عورتوں کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے جس کی وجوہ لمبی سزائیں ہیں، اور جیل کا عملہ اُنہیں طبی سہولتیں دینے میں پہلے ہی مشکلات کا شکار ہے۔ ردِعمل میں، امریکی ریاست اوہائیو میں، عدالتوں نے جیل میں بند لوگوں کے مقدمات پر نظرِ ثانی کا عمل تیز کیا، بعض کو رہا کر دیا اور دیگر کو جیلوں میں بھیج دیا۔ امریکی یونین برائے شہری آزادیاں نے ایک درخواست دائر کی ہے جس میں وباء کے تناظر میں، مہاجرین کی رواں حراست کو چیلنج کیا گیا ہے۔

ایران کی جیلوں سے کورونا وائرس کے مثبت کیسز کی اطلاعات ملی ہیں، تہران کی ایون جیل اور یورومیہ اور رشت شہروں میں بھی۔ پُرامن احتجاج پر قید کیے گئے 25 قیدیوں کے خاندانوں نے فروری میں اپنے ایک کھلے خط میں، درخواست کی کہ وباء پھوٹنے اور جیل میں صحت کی ناکافی سہولیات کے باعث انہیں کم از کم عارضی طور پر رہا کر دیا جائے۔ مارچ میں، ایرانی عدالت نے اطلاعات کے مطابق لگ بھگ 85,000 قیدیوں کو ایرانی نئے سال (نوروز) پر عارضی طور پر رہا کیا۔ یہ عام حالات میں تعطیل کے روز رہا ہونے والوں سے بڑی تعداد تھی۔ اور اُنہیں بظاہر کورونا وائرس کی وجہ سے صحت کے مسائل کے باعث چھوڑا گیا تھا۔ مگر، زیرِحراست انسانی حقوق کے دفاع کار اور دیگر درجنوں لوگ بند ہی رہے جنہیں قومی سلامتی جیسے جرائم جس کی قانون میں بہت مبہم تعریف دی گئی ہے، میں پکڑا گیا تھا۔

12 مارچ کو، بحرین کے بادشاہ حماد بن عیسیٰ الخلیفہ نے اطلاعات کے مطابق "موجودہ حالات کے تناظر میں انسانی بنیادوں پر" 901 قیدیوں کو معاف کیا۔ قیاس یہی ہے کہ انہیں کورونا وائرس کی وباء پھوٹنے کی بدولت رہا کیا گیا تھا۔ وزارتِ داخلہ نے اعلان کیا کہ 585 اور قیدیوں کو رہا کیا جائے گا اور اُنہیں غیر حراستی سزائیں دی جائیں گی۔

اٹلی میں، 40 سے زائد جیلوں میں قیدیوں نے کورونا وائرس کی وباء کے دوران، پُرہجوم جیلوں میں وباء کے خدشات اور اہلِ خانہ کے ساتھ ملاقاتوں پر پابندی اور نگرانی شدہ رہائی کے خلاف احتجاج کیا۔ ردِعمل میں حکام نے پہلی مرتبہ قیدیوں اور اُن کے اہلِ خانہ کے مابین رابطے اور تعلیمی مقاصد کے لیے ای میل اور سکائپ کے استعمال کی اجازت دی ہے اور 18 ماہ سے کم قید والے قیدیوں کو رہا کر کے گھر پر نظر بند کرنے کے منصوبے کا اعلان کیا ہے۔ اینٹی گون کے اندازے کے مطابق اس سے زیادہ سے زیادہ 3,000 قیدیوں کو فائدہ ملے گا جبکہ اصلاحی قیدخانے میں 14,000 سے زائد قیدی ہیں جو کہ وہاں گنجائش سے زیادہ تعداد ہے۔ تنظیم نے مطالبہ کیا ہے کہ دیگر اقدامات کے علاوہ، اور زیادہ قیدیوں کو رہا کیا جائے بشمول عمر رسیدہ اور اُن قیدیوں کے جنہیں صحت کے مسائل درپیش ہیں۔ سول سوسائٹی کی تنظ ?موں نے یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ وباء کے خطرے اور ملک بدری کے امکان کی عدم موجودگی کے پیشِ نظر، اٹلی کے اِمیگریشن حراستی مراکز میں قیدی لوگوں کے لیے حراست کے علاوہ کوئی اور متبادل انتظامات کیے جائیں۔

سفارشات:

قیدخانوں، جیلوں اور پناہ گزین حراستی مراکز میں مقیم لوگوں پر اختیار رکھنے والی حکومتی ایجنسیاں نگرانی شدہ یا جلد رہائی کے ذریعے اُن قیدیوں کو رہا کر کے جیلوں میں بند لوگوں کی تعداد میں کمی لانے کے بارے میں سوچ بچار کریں جن کی رہائی خطرے کا باعث نہیں۔ اِن میں مثال کے طور پر ایسے

ایران کی جیلوں سے کورونا وائرس کے مثبت کیسز کی اطلاعات ملی ہیں، تہران کی ایون جیل اور یورومیہ اور رشت شہروں میں بھی۔ پُرامن احتجاج پر قید کیے گئے **25** قیدیوں کے خاندانوں نے فروری میں اپنے ایک کھلے خط میں، درخواست کی کہ وباء پھوٹنے اور جیل میں صحت کی ناکافی سہولیات کے باعث انہیں کم از کم عارضی طور پر رہا کر دیا جائے۔ مارچ میں، ایرانی عدالت نے اطلاعات کے مطابق لگ بھگ **85,000** قیدیوں کو ایرانی نئے سال (نوروز) پر عارضی طور پر رہا کیا۔

قیدی بھی ہیں جن کی رہائی کا طے شدہ وقت جلد آنے والا ہے، وہ جو غیر متشدد یا کم سنگین جرائم میں بند ہیں اور اُن کے مقدمات کی سماعت ابھی شروع نہیں ہوئی، یا جن کی رواں حراست اِسی طرح کی وجوہ کے باعث غیر ضروری یا ناجائز ہے۔ جن قیدیوں کو وباء لگنے کا زیادہ خطرہ ہے جیسے کہ عمر رسیدہ افراد اور صحت کے درپردہ مسائل سے متاثرہ لوگوں ان کو بھی انہی وجوہ کے باعث رہا کرنے پر سوچ بچار ہونا چاہیے اس چیز کو مدِنظر رکھتے ہوئے کہ کیا حراستی مقام ان کی صحت کے حق بشمول علاج تک رسائی کے ضمانت شدہ حق کو تحفظ دینے کے قابل ہے، نیز سرزد ہونے والے جرم کی سنگینی اور قید میں گزرنے والے دورانیے کو بھی مدِنظر رکھتے ہوئے۔

اگر وائرس کی وجہ سے محفوظ اور قانونی ملک بدریاں ملتوی کر دی گئی ہیں تو پھر اُن لوگوں کو حراست میں رکھنے کا جواز باقی نہیں بچتا جن کی ملک بدری کچھ وقت کے لیے ملتوی ہوگئی ہے۔ ایسے واقعات میں، حکام کو چاہیے کہ وہ زیرِحراست افراد کو رہا کر دیں اور حراست کے متبادل انتظامات کو یقینی بنائیں۔

قیدخانوں، جیلوں، اور پناہ گزین حراستی مراکز کو عوام کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر ان کے مقامات پر وائرس کی واقعات پیش آتے ہیں تو وباء کے خطرے کو کم کرنے کے لیے ان کے پاس کیا لائحہ عمل ہے اور وہ وباء کی روک تھام اور قیدیوں، جیل کے عملے اور ملاقاتیوں کے تحفظ کے لیے کیا اقدامات کریں گے۔ کسی بھی قسم کی حراست میں مبتلا لوگوں کو صحت کا وہی حق حاصل ہے جو آزاد لوگوں کے پاس ہے اور وہ اُسی معیار کی روک تھام اور علاج معالجے کے مستحق ہیں۔ زیرِحراست لوگوں اور عام آبادی کا مفاد اس چیز کا متقاضی ہے کہ حکام اُنہیں بتائیں کہ انہوں نے کووڈ-19 سے نپٹنے کے لیے کیا بندوبست کر رکھا ہے۔

حکام کو یہ امر یقینی بنانے کے لیے اقدامات کرنے ہوں گے کہ وہ صحت عامہ کے شعبوں کے ساتھ اچھی طرح سے رابطے میں ہیں اور عملے اور زیرِتحویل لوگوں کے ساتھ معلومات کے تبادلے کو بھی یقینی بنا رہے ہیں۔ انہیں صحت کے حکام کی تازہ ترین سفارشات کی روشنی میں کووڈ-19 کے لیے طبی معائنے کرنے چاہییں۔ انہیں صحت وصفائی کی مؤثر تربیت اور ساز و سامان دینا چاہیے اور یقینی بنانا چاہیے کہ وائرس کے خطرے سے دوچار تمام علاقے اور اور ایسے علاقے کو اعلیٰ معیارات کی مطابقت میں باقاعدگی کے ساتھ جراثیم سے پاک ہوں جو قیدیوں، جیل کے عملے اور ملاقاتیوں کے لیے قابلِ رسائی ہیں۔ انہیں وائرس سے دوچار یا متاثر ہونے والے لوگوں کی رہائش کے لیے منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔ وہ یقینی بنائیں کہ رہا ہونے والے یا نگرانی شدہ تعطیل والے افراد کو مناسب رہائش اور صحت کی سہولت تک رسائی ہو۔ لوگوں کو لاک ڈاؤن یا تنہائی میں رکھنے کے منصوبے دائرہ کار اور مدت کے لحاظ سے محدود ہونے چاہییں، اس حوالے سے اِس وقت دستیاب سب سے بہتر سائنسی اصولوں سے رہنمائی لی جائے، اور یہ اقدامات تعزیری نہیں ہونے چاہییں اور نہ ہی تعزیری لگنے چاہییں کیونکہ ایسا ہو سکتا کہ لوگ اگر وباء کی علامتیں محسوس کریں تو وہ لاک ڈاؤن یا تنہائی میں رکھے جانے کے خوف کی وجہ سے حکام کو بروقت آگاہ نہ کریں۔ حراستی مراکز لوگوں کو اُن کے اہلِ خانہ یا وکیل سے رابطہ کروانے کے لیے ویڈیو کانفرنس جیسی متبادل حکمت عملیاں اختیار کریں۔

وائرس کے پھیلاؤ کو روکنے کی خواہشمند حکومتیں وباء کے دوران ان قوانین پر نظرِ ثانی کریں یا ان میں ردوبدل کریں جن کا مقصد پناہ گزین قوانین کا نفاذ ہے، حراست کے متبادل کے طور پر عدالتی سماعتوں اور حکام کے سامنے پیشیوں

سمیت۔ حکام عوام الناس کو آگاہ کریں کہ وبا کے دوران عدالتی تاریخوں یا پیشیوں پر حاضر نہ ہو سکنے کی صورت میں کوئی منفی نتائج نہیں نکلیں گے۔ حکام من مانی حراستیں بند کریں، پناہ گزین حراستی مراکز میں پڑے لوگوں کو حراست میں رکھنے کی بجائے کوئی متبادل ڈھونڈیں، اور جہاں ممکن ہو رہائی کا راستہ اختیار کریں، خاص کر ان لوگوں کے لیے جنہیں اگر وباء لگ گئی تو وہ بہت بڑے خطرے کا شکار ہو جائیں گے، اور ان کے لیے بھی جو کسی فوری، محفوظ اور قانونی ملک بدری کے امکان کے بغیر حراست میں ہیں۔

مؤثر ریاستی امداد کی عدم موجودگی میں، اقوام متحدہ اور دیگر بین الحکومتی ایجنسیوں کو چاہیے کہ وہ رسمی و غیر رسمی حراستی مراکز تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کریں تا کہ وہاں بند لوگوں کو زندگی کی حفاظت کے لیے ناگزیر امداد پہنچائی جا سکے۔

مہاجرین اور پناہ گزین رکھنے والی حکومتوں کو یقینی بنانا ہو گا کہ کووڈ-19 پر ان کے ردِعمل میں روک تھام اور علاج معالجے کے اقدامات شامل ہیں۔ حراستی مراکز اور خیموں میں ہجوم میں کمی لانے، صفائی کی صورتحال میں بہتری لانے اور طبی نگہداشت کے نظام کو بہتر کرنے پر خاص توجہ دی جائے اور محدود مدت کے لیے قرنطینہ اور تنہائی سے صرف ناگزیر حالت میں رجوع کیا جائے۔

شعبہ صحت کے کارکنوں کا تحفظ یقینی بنائیں

حق صحت کے حصے کے طور پر، آئی سی ای ایس سی آر تقاضا کرتا ہے کہ حکومتیں ایسے حالات پیدا کریں جو "بیماری کی صورت میں تمام طبی خدمت اور طبی توجہ کو یقینی بنائیں۔"

حکومتوں پر پیشہ ورانہ حادثات اور بیماریوں کے خطرے کو کم کرنے کا فریضہ عائد ہے۔ انہیں ملازمین کو صحت سے متعلق معلومات اور حفاظتی ملبوسات و ساز و سامان کی فراہمی بھی یقینی بنانی ہو گی۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ شعبہ صحت کے ملازمین اور کووڈ-19 سے نبٹنے میں شریک دیگر لوگوں کو وباء پر کنٹرول کی مؤثر تربیت اور مؤثر حفاظتی ساز و سامان دیا جائے۔

کووڈ-19 کے پھیلاؤ سے مقابلے کے لیے ضروری ہے کہ صحت کے مراکز میں مناسب پانی، صفائی، حفظانِ صحت، فضلے کو ٹھکانے لگانے اور صفائی ستھرائی کا مناسب بندوبست ہو۔ ڈبلیو ایچ او اور یو این چلڈرن فنڈ (یونیسف) کی ایک 2019 کی سروے رپورٹ کے مطابق، "لگ بھگ نواسی کروڑ، ساٹھ لاکھ افراد طبی مراکز پانی کی سہولت کے بغیر استعمال کرتے ہیں اور ڈیڑھ ارب صفائی کے انتظامات کے بغیر ان مراکز کا استعمال کرتے ہیں۔"

ہیومن رائٹس واچ نے ہنگری میں ہسپتال سے لگنے والی بیماریوں پر ایک تحقیق کی جس سے پتہ چلتا ہے کہ بدنظمی، کم وسائل اور ناکافی عملے کا شکار صحت کا ریاستی نظام کووڈ-19 کے پھیلاؤ پر قابو پانے کے قابل نہیں ہے۔

ہیومن رائٹس واچ نے وینزویلا میں صحت کا نظام مکمل طور پر تباہ شدہ حالت میں پایا۔ ہسپتال بند ہیں یا بہت بری طرح فعال ہیں، کئی میں بجلی اور پانی کا مستقل بندوبست نہیں۔ ویکسین سے قابلِ انسداد بیماریاں جیسے کہ خسرہ اور خناق کورونا کے پھیلاؤ سے پہلے ہی واپس آ چکی تھیں۔

مؤثر ریاستی امداد کی عدم موجودگی میں، اقوامِ متحدہ اور دیگر بین الحکومتی ایجنسیوں کو چاہیے کہ وہ رسمی و غیر رسمی حراستی مراکز تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کریں تا کہ وہاں بند لوگوں کو زندگی کی حفاظت کے لیے ناگزیر امداد پہنچائی جا سکے۔

ایران پر وسیع تر امریکی پابندیوں نے ملک کی انسان دوست درآمدات بشمول ادویات پر سرمایہ لگانے کی استعداد کو شدید متاثر کیا ہے۔ اس کے باعث عام ایرانیوں کی سنگین مشکلات پیدا ہوئی ہیں۔ متعلقہ حکومتوں کو کووڈ-19 سے لڑنے میں ایران کی مدد کرنا ہو گی، اور اسے طبی آلات اور معائنہ کٹیں فراہم کرنا ہوں گی۔

تھائی لینڈ میں صحت کے سرکاری شعبے کو بدعنوانی نے بری طرح نقصان پہنچایا ہے۔ طبی عملے کے پاس سرجیکل ماسکوں کی کمی ہے اور مقامی سپلائیز نے چین اور دیگر منڈیوں کا رخ کر لیا ہے جس کی جزوی وجہ بدعنوانی ہے۔

مصر میں وزارتِ صحت نے فروری میں ڈاکٹروں اور طبی ٹیموں کو ایک قرنطینہ مرکز بھیجا مگر انہیں بتایا نہیں گیا تھا کہ انہیں کووڈ-19 پر ردِعمل کے طور پر بھیجا گیا ہے یا انہیں ممکنہ خطرات کے بارے میں آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔ طبی عملے نے کہا کہ اس ذمہ داری کی انجام دہی کے حوالے سے ان سے "چال چلی گئی"۔

لبنان میں، طبی ساز و سامان کے درآمد کنندگان کے ملکی ترجمان نے ہیومن رائٹس واچ کو بتایا کہ ملک میں دستانوں، ماسک، چوغوں اور دیگر ضروری سامان کا کال پڑ گیا گیا تھا کیونکہ مالیاتی بحران کی وجہ سے وہ ضروری سامان درآمد کرنے کی حالت میں نہیں تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ طبی ساز و سامان کے درآمدگان 12 کروڑ ڈالر کا سامان درآمد کرنا چاہتے تھے مگر جنوری سے لے کر اب تک وہ صرف ایک کروڑ ڈالر کا سامان درآمد کر سکے ہیں۔ فروری سے تمام لین دین معطل ہیں جس کی وجہ ملک کا رواں معاشی بحران ہے۔ نجی ہسپتالوں کی سنڈیکیٹ کے سربراہ نے کہا کہ حکومت کے ذمے نجی ہسپتالوں کو واجب الادا ایک اعشاریہ 3 ارب سے زائد ڈالر کی ادائیگی نہیں کی جا رہی جس کی وجہ سے انہیں اپنے عملے کو تنخواہ دینے اور طبی سامان خریدنے میں مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ اس کے باوجود، لبنانی حکومت نے معاشی بحران سے نبٹنے کے لیے اقدامات نہیں کیے جس کی وجہ سے طبی نگہداشت، ادویات اور طبی ساز و سامان تک رسائی خطرے میں ہے۔

سفارشات:

حکومتوں کو اقدامات کرنے چاہییں تا کہ طبی نگہداشت ہر ایک کو دستیاب ہو، بلا امتیاز قابل رسائی ہو، لوگوں کی پہنچ میں، طبی اخلاقیات سے ہم آہنگ ہو، ثقافتی لحاظ سے موزوں ہو اور اچھے معیار کی حامل ہو۔

حکومتوں کو چاہیے کہ نگہداشت صحت کے کارکنوں کے پاس مناسب حفاظتی سامان ہو اور ان کارکنوں کے اہلِ خانہ کے لیے سماجی تحفظ کے منصوبے چلائے جائیں جو اپنے کام کے نتیجے میں مر جاتے یا بیمار ہو جاتے ہیں، اور یقینی بنائیں کہ ایسے منصوبوں میں غیر رسمی کارکن بھی شامل ہوں جو شعبہ نگہداشت میں بہت بڑی تعداد میں ہیں۔

سابقہ وباؤں کے دوران، بیماری لگنے کے خوف کی وجہ سے صحت کے کارکنان پر حملے بھی ہوئے ہیں۔ حکومتیں ایسے حملوں کی روک تھام کے لیے صورت حال پر نظر رکھیں، اور اگر حملے ہوتے ہیں تو پھر فوری، مؤثر اور مناسب ردِعمل کا مظاہرہ کریں۔

تعلیم کا حق فراہم کریں چاہے سکول عارضی طور پر بند ہی کیوں نہ ہوں

کئی ملکوں نے کووڈ-19 پھوٹنے کے بعد سکول بند کر دیے جس سے کروڑوں طالبعلموں کی علم و تعلیم تعطل کا شکار ہے۔ بحرانوں کے اوقات میں، سکول بچوں کو استحکام اور معمول کا احساس بخشتے ہیں اور یقینی بناتے ہیں کہ بچے اپنا معمول برقرار رکھیں اور تبدیل ہوتی صورتحال سے نبٹنے کے لیے بچوں کو سکول سے نفسیاتی مدد ملتی ہے۔ سکول بچوں اور والدین کو حفظانِ صحت، ہاتھ دھونے کی اچھی تراکیب، اور معمول کو توڑنے والے حالات کا سامنا کرنے کے لیے درکار صلاحیتیں سیکھنے کے بھی اہم مواقع فراہم کرتے ہیں۔ سکول تک رسائی نہ ہونے کی صورت میں، یہ ذمہ داری والدین، محافظین اور نگہبانوں پر عائد ہوتی ہے۔ سکولوں کی بندش کے وقت، سرکاری اداروں کو چاہیے کہ وہ قدم بڑھائیں اور موزوں ذرائع ابلاغ سے صحت عامہ کے بارے میں واضح اور درست معلومات فراہم کریں۔

اس چیز کو یقینی بنانے کے لیے کہ تعلیمی نظام مناسب

ردِعمل کا مظاہرہ کریں، یونیسکو نے سفارش کی کہ ریاستیں "اعلیٰ درجے کی ٹیکنالوجی، نچلے درجے کی ٹیکنالوجی اور بغیر ٹیکنالوجی والے طرائق کار اپنائیں تاکہ تعلیم کا تسلسل جاری رہے۔ کئی ملکوں میں، اساتذہ پہلے ہی ہوم ورک، کمرہ جماعت کی مشقوں اور تحقیق کے لیے کمرہ ہائے جماعت میں ہونیوالی تعلیمی سرگرمیوں کے متبادل کے طور پر آن لائن تعلیم کا طریقہ کار استعمال کرتے ہیں، اور کئی طالبعلموں کو گھر پہ ٹیکنالوجی کے آلات تک رسائی ہوتی ہے۔ مگر سب ملکوں، معاشروں، خاندانوں، سماجی گروہوں کے پاس انٹرنیٹ کی مؤثر سہولت نہیں ہوتی اور کئی بچے ایسی جگہوں پر رہتے ہیں جہاں حکومت اکثر انٹرنیٹ سروس بند کرتی رہتی ہے۔

سفارشات:

سکول کے عام وقت کے ضیاع کے فوری اثر کو کم کرنے کے لیے آن لائن تعلیم کا استعمال ہونا چاہیے۔ آن لائن تعلیم کے لیے تعلیمی ٹیکنالوجی متعارف کرنے والے سکولوں کو یقینی بنانا چاہیے کہ آلات بچوں کے حقوق اور خلوت کی حفاظت کریں۔ جب سکول دوبارہ کھل جائیں تو حکومتیں کمرہ جماعت میں بالمشافہ جماعت کے کھوئے ہوئے وقت کی کمی پوری کریں۔

حکومتوں کو اُن بچوں پر پڑنے والے شدید منفی اثرات کم کرنے کے لیے کام کرنا ہوگا جو پہلے ہی تعلیم کی راہ میں رکاوٹیں برداشت کر رہے ہیں، یا جو مختلف وجوہ کے باعث پسے ہوئے ہیں بشمول لڑکیاں، جو معذوری کا شکار ہیں، جو اپنے مقام، اپنے خاندان کی صورتحال اور دیگر ناہمواریوں کی وجہ سے متاثرہ ہیں۔ حکومتیں ایسی تدابیر اختیار کریں جو بندشوں کے دوران سب طالبعلموں کی مدد کریں، مثال کے طور پر، زیادہ خطرے سے دوچار طالبعلموں کا خیال رکھیں اور یقینی بنائیں کہ طالبعلموں کو شائع شدہ یا آن لائن مواد وقت پر ملے۔ معذوری کے شکار طالبعلموں پر خاص توجہ دی جائے جنہیں موجودہ صورتِ حال سے ہم آہنگ، قابل رسائی مواد کی ضرورت ہوسکتی ہے۔

حکومتوں کو وباء کے اثرات کم کرنے کے لیے ضروری حکمتِ عملیاں اپنانے کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر ضائع ہونے والے تعلیمی وقت کا خسارہ پورا کرنے کے لیے، سکول کے سالانہ اوقاتِ کار اور امتحانی شیڈول طے کرنے، اور اضافی وقت پر کام کرنے والے اساتذہ اور عملے کو منصفانہ معاوضے کو یقینی بنانے کے لیے اساتذہ، سکول کے اہلکاروں اور اساتذہ یونینوں و انجمنوں کے ساتھ مل کر منصوبہ کرنی چاہیے۔

ایسے ملکوں میں جہاں سکول سے باہر بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، سکول بند ہونے سے سکول میں اندراج کی شرح بڑھانے اور اخراج کی شرح کم کرنے کی کوششیں کافی زیادہ متاثر ہوئی ہیں، خاص طور پر ثانوی تعلیم کی سطح پر۔ حکومتوں کو لازمی تعلیم کی پاسداری کی صورتحال پر نظر رکھنا ہوگی اور یقینی بنانا ہوگا کہ سکول دوبارہ کھلنے کے بعد تعلیمی اہلکار سکول میں تعلیمی سرگرمیوں کی بحالی کا جائزہ لیں۔ اہلکاروں کو یہ بھی یقینی بنانے کی ضرورت ہے کہ جن سکولوں میں مہاجر بچے پڑھتے ہیں وہ ان بچوں کو سکول واپس لانے کے لیے ان سے لازمی رجوع کریں۔

چین میں، ذرائع ابلاغ کی اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ قرنطینہ میں گھریلو تشدد بڑھا ہے۔ بحران اور لاک ڈاؤن کے دوران ذہنی دباؤ، رہن سہن کے کٹھن اور مشکل حالات اور سماجی خدمات کے تعطل کے باعث گھریلو تشدد میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ بحران بدسلوکی سے عورتوں کے بچاؤ کی صلاحیت کو محدود کر سکتے ہیں اور متاثرین کو ایک ایسے ماحول میں رکھتے ہیں جہاں انہیں سہولیات تک رسائی نہیں ہوتی جیسے کہ بدسلوکی کرنے والوں سے دور محفوظ پناہ گاہیں اور بدسلوکی پر جوابدہی۔

سکولوں کی اچانک بندش سے کم آمدنی والے گھرانوں کو اپنے بچوں کی بنیادی ضروریات پوری کرنے میں مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔ حکومتوں کو چاہیئے کہ وہ سکولوں کی بندش کے دوران کم آمدنی والے گھرانوں کے بچوں جو رعایتی کھانے سے محروم ہو جائیں گے، کو کھانے کی بلاتعطل فراہمی یقینی بنائیں۔

عورتوں اور لڑکیوں پر نسبتاً زیادہ اثرات پڑتے ہیں جن سے نمٹنے کی ضرورت ہے

بیماریوں کے پھیلاؤ کے صنفی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ ہیومن رائٹس واچ کے مشاہدے میں آیا ہے کہ 2014 میں ایبولا وباء اور 2016-2015 میں برازیل میں مچھر سے جنم لینے والی ذیکا وباء نے عورتوں اور لڑکیوں پر خاص طور پر نقصان دہ اثرات مرتب کیے تھے اور دیرینہ صنفی عدم مساوات کو مضبوط کیا تھا۔ ذرائع ابلاغ کی اطلاعات اور صحت عامہ کا تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ کووڈ-19 وائرس عورتوں کو کئی طریقوں سے دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ متاثر کر رہا ہے۔

کووڈ-19 کا نشانہ بننے والی حاملہ عورتوں کو خاص خطرات تو ابھی واضح نہیں ہوئے مگر وباء جنسی و تولیدی صحت اور حقوق پر منفی اثر ڈالے گی۔ بوجھ تلے دبے صحت کے نظام، وسائل کی دوبارہ تخصیص، طبی ساز و سامان کی قلت، سامان کی فراہمی کے عالمی نظام کے تعطل سے اسقاطِ حمل تک عورتوں کی رسائی اور قبل از ولادت، بعد از ولادت اور بچے کی ولادت کے وقت عورتوں کی طبی نگہداشت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ بچے کو ماں کا دودھ پلانے سے وباء لگنے کا خطرہ ہے کہ نہیں یہ ابھی تک معلوم نہیں ہوسکا مگر یو این آبادی فنڈ نے سفارش کی ہے کہ دودھ پلانے والی مائیں جو بیمار پڑ جائیں انہیں ان کے نوزائیدہ بچوں سے الگ نہ کیا جائے۔ پچھلی وباؤں، جیسے کہ سیرا لیون میں ایبولا نے قبل از ولادت اور دوران زچگی نگہداشت کو متاثر کیا جس کی بدولت عورتیں زچگی کے دوران اموات یا بیماریوں کا زیادہ نشانہ بنی تھیں۔

چین میں، ذرائع ابلاغ کی اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ قرنطینہ میں گھریلو تشدد بڑھا ہے۔ بحران اور لاک ڈاؤن کے دوران ذہنی دباؤ، رہن سہن کے کٹھن اور مشکل حالات اور سماجی خدمات کے تعطل کے باعث گھریلو تشدد میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ بحران بدسلوکی سے عورتوں کے بچاؤ کی صلاحیت کو محدود کر سکتے ہیں اور متاثرین کو ایک ایسے ماحول میں رکھتے ہیں جہاں انہیں سہولیات تک رسائی نہیں ہوتی جیسے کہ بدسلوکی کرنے والوں سے دور محفوظ پناہ گاہیں اور بدسلوکی پر جوابدہی۔

دنیا بھر میں عورتیں مردوں کی نسبت اڑھائی گنا زیادہ بلاتنخواہ نگہداشت اور گھریلو کام کرتی ہیں، اور سکولوں کی بندش کے وقت اس بات کے زیادہ امکانات ہیں کہ انہیں نگہداشت کی اضافی ذمہ داریاں سونپی جائیں جس سے انہیں تنخواہ دار روزگار برقرار رکھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ جاپان نے صنعتوں کے لیے آفسیٹ لاگتوں کی پیشکش کی ہے مزدوروں کو بمع تنخواہ چھٹی دینے کے لیے تاکہ وہ سکولوں کی بندش کے دوران اپنے بچوں کی نگہداشت کرسکیں۔ اگرچہ پیشکش کی جانے والی رقم معمولی تھی۔ اٹلی بچوں والے خاندانوں پر لاک ڈاؤن کے اثرات کم کرنے کے لیے ضروری اقدامات پر سوچ بچار کر رہا تھا۔ بمع تنخواہ ہنگامی رخصت یا بارہ برس تک کی عمر کے بچوں (کسی بھی عمر کے معذوری کے شکار بچوں) والے خاندانوں کے لیے یاوو چرز جنہیں سکولوں کی طویل بندش کے دوران بچوں کی نگہداشت کے اخراجات ادا کرنے ہیں۔

بعض خطوں میں 95 فیصد تک مزدور عورتیں غیر رسمی شعبے میں کام کرتی ہیں جہاں اگر کووڈ-19 جیسا بحران اُن کے ذرائع آمدن تباہ کردے تو اُنہیں ملازمت کا تحفظ اور کسی قسم کا سماجی حاصل نہیں ہوتا۔ غیر رسمی کام میں کئی ایسے شعبے شامل ہیں جنہیں قرنطینہ، سماجی فاصلے، اور معاشی پیداوار کی

سست روی سے نقصان پہنچنے کا قومی امکان ہوتا ہے جیسے کہ ریڑھی بان، سازوسامان کے تاجر، اور موسمی مزدور۔ عورتوں کی اُن خدماتی صنعتوں میں بھی بڑی تعداد ہے جو کووڈ-19 پر ردِعمل سے بہت زیادہ متاثر ہوئی ہیں۔

دنیا بھر میں، صحت وسماجی خدمت فراہم کرنے والوں کا 70 فیصد عورتیں ہیں۔ جس سے مراد یہ ہے کہ کووڈ-19 کے خلاف جنگ میں عورتیں ہراول دستے کا کام کر رہی ہیں اور شعبہ صحت میں کام کی بدولت انہیں وباء لگنے کا شدید خطر لاحق ہے۔ معاشروں میں اس خوف کہ صحت کے کارکن وباء کے حالات میں کام کرنے کی بدولت اس کا آسان شکار ہو سکتے ہیں، کی بدولت اس شعبہ کی عورتوں سے لوگ ملنے جلنے سے گریز کرتے ہیں یا وہ عورتیں رسوائی کا نشانہ بن سکتی ہیں جس سے ان کا اپنی اور اپنے خاندان کی صحت کا خیال رکھنے کا چیلنج اور کٹھن ہو جاتا ہے۔ اس کا عملی مظاہرہ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ وہ وباء کے خلاف جنگ میں اگلی صفوں پر کام کر رہی ہوں اور اُس دوران بچوں کی نگہداشت تک رسائی کرنے کی کوشش بھی کر رہی ہوں۔

نگہداشت پر مامور کچھ افراد مہاجر گھریلو مزدور عورتیں ہیں۔ وہ عام حالات میں روزگار کے برے حالات کا نشانہ بن سکتی ہیں اور بدسلوکی، ملازمت کے چھن جانے، مناسب حفاظتی سازوسامان کے بغیر صف اول کا نگہبان بننے اور بحران کے دوران پھنس جانے اور اپنے گھر نہ جاسکنے جیسے سنگین خدشات سے دوچار ہوتی ہیں۔ وہ اپنی صحت کے تحفظ کی راہ میں رکاوٹوں کا بھی سامنا کرسکتی ہیں۔

تعلیمی سرگرمیوں اور کام کے لیے ٹیلیکمیونیکیشن کی طرف پیش قدمی جو کہ سماجی فاصلے کے ایک ذریعے کے طور پر کی جارہی ہے، عورتوں اور لڑکیوں کو سماج کے دیگر افراد کی نسبت زیادہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ بعض ممالک میں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کے پاس انٹرنیٹ تک رسائی کے 31 فیصد کم امکانات ہیں، اور دنیا بھر میں مردوں سے 32 کروڑ 70 لاکھ کم عورتوں کے پاس سمارٹ فون ہے۔ اگر عورتوں کو انٹرنیٹ تک رسائی ہو پھر بھی صنفی تفاوت کے باعث وہ اسے استعمال کرنے کے بہت کم قابل ہوتی ہیں جس کی وجہ دیگر عوامل کے علاوہ خرچہ، میل جول اور خاندان کا دباؤ ہے۔ ایک گھر کے کئی لوگوں کے پاس ٹیکنالوجی کے محدود وسائل ہوں تو اس صورت میں صنفی عدم مساوات کی بدولت لڑکیوں اور عورتوں کی گھر کے اندر ٹیکنالوجی تک رسائی محدود ہوگی۔

سفارشات:

حکام صنفی بنیادوں پر پڑنے والے اثرات کم کرنے کے لیے اقدامات کریں اور یقینی بنائیں کہ وباء کے ردِعمل میں ہونے والے اقدامات صنفی عدم مساوات دوام نہ بخشیں۔

جب آن لائن تعلیم کی طرف پیش قدمی ہو تو حکومتیں اور تعلیم فراہم کرنے والے آن لائن کورسز میں طالبعلموں کی شمولیت اور تعلیمی عمل میں ان کے ٹھہراؤ پر نظر رکھیں تاکہ صنفی اثرات کا پتہ چل سکے اور اگر لڑکیوں کی شمولیت کم ہوتی ہے تو اُن کی شمولیت برقرار رکھنے اور اور دوبارہ سے اُس کا حصہ بنانے کے لیے فوری کاروائی کی جائے۔ حکام کو اُن عورتوں کو روزگار سے محروم کرنے والے خطرات سے نبٹنا چاہیے جنہیں سکولوں کی بندش کے دوران اضافی نگہداشت کی ذمہ داری نبھانی پڑ سکتی۔

> حکومتوں کو اگلی صفوں پر اور سماجی خدمت کی فراہمی پر کام کرنے والے کارکنان کی امداد کرنی چاہیے اس حقیقت کو تسلیم کر کے کہ ان مزدوروں میں زیادہ تر عورتیں ہیں۔ امداد کرتے وقت ان کے اپنے خاندانوں کے اندر بطورِ نگہبان ان کی ضروریات اور ان پر اور ان کے خاندانوں پر لگنے والی تہمت کو ضرور مدِنظر رکھا جائے۔

وباء سے متاثرہ مزدوروں کی مدد کی غرض سے کیے گئے اقدامات میں غیررسمی کام اور خدماتی صنعتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی امداد کو یقینی بنایا جائے جن کی بڑی تعداد عورتوں پر مشتمل ہے۔

حکومتیں یقینی بنائیں کہ عوامی شعور کی مہمات میں یہ بھی بتایا جائے کہ گھریلو تشدد کے متاثرین سہولیات تک رسائی کیسے کرسکتی ہیں، اور گھریلو تشدد کے تمام متاثرین کو سہولیات کی فراہمی یقینی بنائیں بشمول ان کے جو نقل وحرکت کی پابندیوں کے تحت یا قرنطینہ میں رہ رہے ہیں اور جو کووڈ-19 کے متاثرین ہیں۔

حکومتوں کو اگلی صفوں پر اور سماجی خدمت کی فراہمی پر کام کرنے والے کارکنان کی امداد کرنی چاہیے اس حقیقت کو تسلیم کر کے کہ ان مزدوروں میں زیادہ تر عورتیں ہیں۔ امداد کرتے وقت ان کے اپنے خاندانوں کے اندر بطورِ نگہبان ان کی ضروریات اور ان پر اور ان کے خاندانوں پر لگنے والی تہمت کو ضرور مدِنظر رکھا جائے۔

جن ممالک سے مہاجر گھریلو مزدور آتے ہیں اور جہاں یہ کام کرنے جاتے ہیں، ان دونوں طرح کے ممالک کو مہاجر گھریلو مزدوروں کا سراغ لگانے اور ان کی امداد کے لیے خصوصی اقدامات کرنے چاہییں تاکہ کام کے ظالمانہ حالات سے نبٹا جاسکے اور کووڈ-19 پر قابو پانے کے لیے ان کی مدد ہو سکے۔

حکومتیں اور عالمی ادارے حاملہ عورتوں پر کووڈ-19 کے اثر پر گہری نظر رکھیں اور عورتوں اور لڑکیوں کے صنفی و تولیدی حقوق پر کووڈ-19 کے منفی اثرات کو کم کریں۔

امتیازی سلوک اور مرض کے ساتھ جُڑی تہمت کا خاتمہ کریں، مریض کی رازداری کو تحفظ دیں۔

صحت عامہ کے پچھلے بحرانوں کے دوران، وباء یا بیماری کے شکار لوگوں اور ان کے خاندانوں کو اکثر امتیازی سلوک اور تہمتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مثال کے طور پر، ہیومن رائٹس واچ کو معلوم ہوا کہ کینیا، جنوبی افریقہ، فلپائن، اور یو ایس میں ایڈز کے مریضوں کو اپنی بیماری کی وجہ سے امتیازی سلوک اور لوگوں کی تہمتیں برداشت کرنی پڑیں اور انہیں صحت کی سہولیات تک رسائی، روزگار کے حصول اور سکول جانے کے عمل میں رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا۔ صحت عامہ کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ مغربی افریقہ میں ایبولا کے بچ جانیوالے متاثرین پر تہمت لگائی گئی اور بعض واقعات میں، انہیں بیدخلی، ملازمت سے محرومی، لاوارثی، تشدد، اور دیگر نتائج کا سامنا کرنا پڑا۔

ذرائع ابلاغ کی اطلاعات سے پتہ چلا ہے کہ کورونا وائرس پھوٹنے کے بعد، کئی ممالک میں ایشیائی نسل کے لوگوں کے خلاف تعصب، نسل پرستی، غیرملکیوں سے نفرت اور امتیازی سلوک کے واقعات پیش آئے ہیں۔ سکولوں میں جسمانی حملے اور مار پیٹ، پُرتشدد دھونس، سکولوں یا کام کے مقامات پر مشتعل دھمکیاں، امتیازی سلوک، اور ذرائع ابلاغ کی اطلاعات میں اور سوشل میڈیا کے فورموں پر توہین آمیز زبان کا استعمال ایسے واقعات کا حصہ تھے۔ ذرائع ابلاغ کی اطلاعات کے مطابق، برطانیہ، امریکہ، سپین، اور اٹلی سمیت کئی ملکوں میں کووڈ-19 کے حوالے سے ایشیائی پس منظر کے لوگوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ صدر ڈونلڈ ٹرمپ سمیت اعلیٰ امریکی عہدیداروں نے کورونا وائرس کو "چینی وائرس" قرار دے کر چین مخالف جذبات کو ہوا دی ہے اور وائٹ ہاؤس نامہ نگار کے مطابق، ایک واقعہ میں، اسے "کنگ فلو" قرار دیا گیا۔ ہنگری میں وکٹر اوربن اور اٹلی میں میٹیو سالوینی جیسے مہاجر مخالف رہنماؤں نے وباء کو ایک موقع سمجھ کر غیرملکی جذبات کو ہوا دی ہے۔

جنوبی کوریا کے حکام کا خیال ہے کہ ملک میں اس وقت تصدیق شدہ 7,300 سے زائد کیسز میں سے 63 فیصد افراد نے داگو میں شنچیون جی چرچ آف جیزز کی عبادات میں شرکت کی تھی یا شرکاء سے میل جول کیا تھا۔ ایک بیان میں، گرجا گھر نے وباء کے پھیلاؤ کے بعد سے مجتمعین کے خلاف "ناانصافی کے 4,000 " واقعات رپورٹ کیے جن میں

ملازمت سے برطرفی، کام کے مقامات پر دھونس و دھمکی، گھریلو اذیت، بُرے لیبل اور تہمت شامل تھے اور کہا کہ گرجا کو" کووڈ-19 کا بنیادی مجرم" قرار دیا گیا۔

جنوبی کوریا میں بی بی سی کی اطلاعات میں بتایا گیا کہ وباء کے بارے میں صحت عامہ کی جو تنبیہات دی گئیں ان میں شاید وباء کے شکار افراد کی رازداری کا کوئی خاص خیال نہیں رکھا گیا

حکومتیں ایسے افراد اور معاشروں کو حملوں سے بچانے سے کے لیے فوری کاروائی کریں جنہیں کووڈ-19 کا ذمہ قرار دیے جانے کے خدشات ہیں، منظر عام پر آنے والے تمام واقعات کی مکمل تحقیقات کریں اور مجرموں کو جوابدہ ٹھہرائیں۔

حکومتیں یقینی بنائیں کہ کووڈ-19 پر قابو پانے کے لیے جو اقدامات کیے جا رہے ہیں ان میں مخصوص مذہبی یا لسانی گروہوں کو نشانہ نہ بنایا جائے، اور ایسے اقدامات شمولیتی ہوں اور پسے ہوئے طبقوں بشمول معذوری کے شکار لوگوں اور عمر رسیدہ افراد کے حقوق کے احترام پر مبنی ہوں۔ حکومتیں معذوری کے شکار لوگوں اور عمر رسیدہ افراد کو ہنگامی خدمات کی فراہمی یقینی بنائیں۔

حکومتیں کورونا وائرس سے جُڑی تہمت اور امتیازی سلوک کے خلاف جدوجہد کریں اور اس مقصد کے لیے صحت کے کارکنان کو کووڈ-19 پر تربیت دی جائے، عوامی شعور کے لیے ذرائع ابلاغ اور سکولوں کے نیٹ ورک کا استعمال کیا جائے، اور یہ حقیقت تسلیم کی جائے کہ وباء ملکی سرحدوں، نسل، لسانی شناخت، مذہب یا قومیت سے ماوراء ہوتی ہے۔

حکومتیں مریض کی رازداری کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔ وباء کا شکار ہونے والوں کی شناخت کے لیے ہونے والے سرکاری اقدامات کے دوران بھی اس چیز کو مدِنظر رکھا جائے۔

پسماندہ آبادیوں کو طبی سہولیات کی بلا امتیاز فراہمی یقینی بنائیں

یواین ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق مشل بیشلٹ جو کہ اپنی تعلیم و تربیت کے لحاظ سے بچوں کی بیماریوں کے معالج ہیں، نے کہا ہے کہ وباء سے مؤثر لڑائی کا مطلب ہے کہ ہر فرد کو علاج معالجے کی سہولت دستیاب ہو اور لوگ صرف علاج کا خرچہ برداشت نہ کر سکنے یا بیماری کی تہمت کی وجہ سے علاج سے محروم نہ رہ جائیں۔

کئی ملکوں میں، ہم جنس پرست عورتوں، ہم جنس پرست مردوں، بین صنفی افراد اور خواجہ سراؤں (ایل جی بی ٹی) کو طبی نگہداشت کے حصول کے دوران امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہیومن رائٹس واچ کے مشاہدے میں آیا ہے کہ امریکہ، تنزانیہ، جاپان، انڈونیشیا، بنگلہ دیش، روس اور لبنان میں جنسی رجحان اور صنفی شناخت کی بنیاد پر طبی نگہداشت کے حوالے سے لوگوں سے امتیازی سلوک روا کیا گیا ہے۔ چونکہ مردوں کے ساتھ جنسی تعلقات استوار کرنے والے مرد اور خواجہ سراؤں سمیت ایل جی بی ٹی ایڈز کا شکار ہونے یا منتقل کرنے کے خطرے سے زیادہ دوچار ہوتے ہیں لہذا آبادی کے دیگر طبقوں کے نسبت ان کے طبی معائنے یا علاج معالجے کے امکانات کم ہوتے ہیں اس لیے ان کی قوتِ مدافعت کم ہو سکتی ہے اور وہ کووڈ-19 کے نتیجے میں سنگین بیماریوں میں مبتلا ہونے یا ہلاک ہو جانے کے شدید خطرات سے دوچار ہوتے ہیں۔

حکومتیں یقینی بنائیں کہ کووڈ-19 سے متعلقہ طبی نگہداشت کی خدمات تہمت اور ہر قسم کے امتیاز کے بغیر دی جائیں۔ جنسی رجحان اور صنفی شناخت کی بنیاد پر بھی امتیاز نہ کیا جائے، اور عوامی پیغامات کے ذریعے چلائی جانے والی مہمات سے واضح کیا جائے کہ طبی نگہداشت کے حصول کا حق ہر فرد کو حاصل ہے۔

حکومتیں طبی نگہداشت فراہم کرنے والوں اور غیر تحریر شدہ مہاجرین کے درمیان ایک فائر وال بنائیں تا کہ غیر محفوظ طبقوں کو یقین دلایا جا سکے کہ اگر وہ زندگی کو بچانے کے لیے ضروری نگہداشت، خاص طور پر کووڈ-19 کے لیے معائنے یا علاج تک رسائی کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو انہیں انتقام یا ملک بدری کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

حکومتیں یہ بھی یقینی بنائیں کہ لوگوں کو کووڈ-19 کے طبی معائنے، انسدادی نگہداشت اور علاج معالجے کے حصول کے لیے مالی رکاوٹوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ امریکہ میں دو کروڑ، اسّی لاکھ لوگوں کا طبی بیمہ نہیں اور لگ بھگ ملک کی ایک تہائی آبادی کو علاج کے اخراجات ادا کرنے میں مشکلات درپیش ہوتی ہیں حالانکہ ان کا بیمہ ہے۔ امریکہ میں کئی لوگوں کے بقول وہ اخراجات کی وجہ طبی نگہداشت سے یا تجویز کردہ ادویات خریدنے سے گریز کرتے ہیں جس کے باعث ان کی صحت اور زیادہ بگڑ جاتی ہے۔ وباء کی صورت میں، طبی نگہداشت سے پرہیز نہ صرف بیمار لوگوں کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ اس سے کورونا وائرس کے پھیلاؤ میں اضافہ ہوگا۔

تمام حکومتوں پر یہ یقینی بنانے کا فریضہ عائد ہے کہ صحت عامہ کا سنگین بحران انسانی حقوق کا بحران نہ بنے کیونکہ لوگ مؤثر طبی نگہداشت تک رسائی کے متحمل نہیں ہیں۔ حکومتوں کو یہ یقینی بنانے کے لیے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے کہ طبی نگہداشت اور علاج معالجے کے مواقع تک ہر فرد کی پہنچ ہو۔

کمیونٹی اور سول سوسائٹی کی تنظیموں کو تحفظ دیں

کئی ملکوں میں، سول سوسائٹی کی تنظیمیں وباء کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے اور کووڈ-19 کے مریضوں کو یا تنہائی یا قرنطینہ میں رہنے والوں کو ضروری تحفظ، نگہداشت اور سماجی سہولیات کی فراہمی کے لیے بہت زیادہ محنت کر رہی ہیں۔ حکومتیں ایسی سول سوسائٹی تنظیموں، نیز وباء پر رپورٹنگ کرنے والے لوگوں کی حفاظت اور امداد کو یقینی بنائیں۔

2014 میں، مغربی افریقہ میں ایبولا کے دوران، غیر حکومتی تنظیموں، مقامی اخبارات اور کمیونٹی ریڈیو نے صحت عامہ کی تعلیم عام کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔

ہانگ کانگ میں، عام لوگوں نے پالیسی میں پائے جانے والے خلاؤں کو پُر کرنے کے لیے وباء کے خطرے سے دوچار لوگوں میں ماسک اور سینیٹائزر تقسیم کیے ہیں۔ مگر چینی حکومت نے طویل عرصہ سے غیر حکومتی تنظیموں پر اپنی گرفت مضبوط کی ہوئی ہے اور کچھ تنظیمیں وباء کے دوران اپنے قلیل فنڈز کی بدولت بہت مشکلات سے دوچار تھیں۔

اٹلی میں، حکام نے سمندر پر ریسکیو کا کام کرنے والی تنظیموں کو مہاجرین اور پناہ گزینوں کو سمندر کی گودی میں قرنطینہ کرنے پر مجبور کیا حالانکہ عملے کے لوگوں اور مسافرین کے طبی معائنے کا نتیجہ منفی آیا تھا۔ ایسی صورتحال جس میں سویلین ریسکیو مشنوں کو مسلسل نقصان پہنچایا جا رہا ہے، پابندیاں لگائی جا رہی ہیں اور یہاں تک کہ ان کے خلاف مقدمے درج کیے گئے ہیں، سمندر پر ریسکیو کے کام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کے لیے غیر ضروری قرنطینہ کا استعمال ہوسکتا ہے۔

حکومتیں سول سوسائٹی کی تنظیموں کے خلاف قانونی کاروائی کرنے یا ان کے کام میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے کورونا وائرس کے باعث پیدا ہونے والے حالات کا ناجائز استعمال نہ کریں۔

پانی اور حفظانِ صحت کے حقوق کو فروغ دیں

پانی اور حفظانِ صحت کے حقوق اچھے معیارِ زندگی کے حق کا حصہ ہیں۔ یواین کمیٹی برائے معاشی، معاشرتی و ثقافتی حقوق نے ایک بار پھر اس حقیقت کی تائید کی ہے کہ پانی اور حفظانِ صحت کے حقوق اچھے معیارِ زندگی کا لازمی حصہ ہیں اور میثاق کے دیگر حقوق کے علاوہ، "حقِ صحت کے ساتھ پوری طرح جڑے ہوئے ہیں۔"

دنیا بھر میں اربوں لوگ پینے کے صاف پانی کی سہولت سے محروم ہیں۔ پھر بھی، جیسا کہ ڈبلیو ایچ او کے مشاہدے میں آیا ہے، کووڈ-19 کے دوران، انسانی صحت کے تحفظ کے لیے، صاف پانی، حفظانِ صحت اور صفائی ستھرائی ناگزیر ہے۔

کووڈ-19 وائرس کی انسان سے انسان میں منتقلی روکنے کے کام میں پانی اور حفظانِ صحت کے فروغ سے، پانی و آلودہ پانی کے ضیاع کے ڈھانچے اور فنی ماہرین کی معاونت سے مدد مل سکتی ہے کیونکہ اس طرح گھروں، سکولوں، بازاروں، اور صحت کے مراکز میں اچھے اور صاف پانی کی مسلسل فراہمی، حفظانِ صحت، صفائی اور فضلے کو ٹھکانے لگانے کے طرائق میں بہتری لائی جا سکے گی۔ پینے کے آلودہ پانی، ماحولیاتی ترسیل کے خطرے کو سمجھنے کے لیے مزید تحقیق ضروری ہے اور آلودہ پانی کے آپریٹرز کی تربیت اور بحران کے خاتمے تک ان کی مدد کو یقینی بنانے کی بھی ضرورت ہے۔

گھر، سکول، یا صحت کے مراکز میں پینے کے پانی اور صفائی کی کمی سے انسدادی اقدامات مشکل ہو جائیں گے۔ بعض واقعات میں، پانی و صفائی کے بغیر، یہ مقامات بیماری کے پھیلاؤ کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

وینزویلا کا صحت کا ڈھانچہ اتنا کمزور ہے کہ ہاتھ دھونے کی انتہائی بنیادی سفارش پر عملدرآمد یہاں تک کہ طبی امداد کی فراہمی کا کام کرنے والوں کے لیے بھی مشکل ہے جو بڑے کٹھن حالات میں کام کر رہے ہیں۔ پچھلے کچھ مہینوں میں وینزویلا کے بعض ڈاکٹروں اور نرسوں نے ہیومن رائٹس واچ کو انٹرویو کے دوران بتایا کہ اُن کے کلینکوں اور ہسپتالوں میں صابن اور جراثیم کش ادویات سرے سے ہیں ہی نہیں۔ افراطِ زر میں اضافے اور ان کی تنخواہوں میں کمی کی بدولت ان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ یہ ساز وسامان خود اپنے پیسوں سے لے آئیں۔ دارالحکومت کراکس کے سرکاری ہسپتالوں میں بھی پانی کی مستقل قلت مشاہدے میں آتی ہے۔ دوردراز کے علاقوں کے ہسپتالوں میں یہ قلت ہفتوں سے مہینوں تک جاری رہتی ہے۔ مریض اور عملے کے لوگ پینے کے لیے اور بعض اوقات بیت الخلا میں ڈالنے کے لیے پانی اپنے ساتھ لاتے ہیں۔

حکومتیں بلوں کی ادائیگی میں ناکامی کی صورت میں پانی کی فراہمی بند ہونے کا سلسلہ فوری طور پر معطل کریں۔ بل کی ادائیگی میں ناکامی پر پانی کی فراہمی کی بندش انسانی حقوق سے مطابقت نہیں رکھتی اور کووڈ-19 جیسے صحت عامہ کے بحران میں خاص طور پر نقصان کا سبب بنے گی۔

انسان دوست امداد کا تسلسل یقینی بنائیں

اقوامِ متحدہ کے مطابق، کووڈ-19 سے متاثر کئی ممالک پہلے سے ہی کشیدگیوں، قدرتی آفات، یا موسمی تبدیلی جیسے بحرانوں سے گزر رہے ہیں۔ ان کشیدگی زدہ ممالک میں کئی لوگوں کی زندگیوں کا انحصار انسان دوست امداد پر ہے۔ حکومتیں یقینی بنائیں کہ یو این اور دیگر امدادی تنظیموں کی طرف سے جاری امدادی کاروائیاں کووڈ-19 کی وجہ سے متاثر نہ ہوں۔

کم آمدنی والے مزدوروں کی امداد کے لیے معاشی ریلیف لایا جائے

حکومتوں کو کووڈ-19 کے معاشی اثرات سے لڑنے کے لیے پالیسی سازی کرنی ہوگی جس کا سب سے پہلا اور سخت اثر کم آمدنی والے مزدوروں پر پڑے گا۔ سماجی فاصلہ، قرنطینہ، اور کاروباروں کی بندش کے بھاری معاشی نتائج مرتب ہوسکتے ہیں جن کا سب سے بڑا نشانہ کم آمدنی والے گھرانوں میں کم آمدنی والے مزدور بن رہے ہیں۔ حکومتیں ایسی راہیں نکالیں کہ کووڈ-19 سے متاثر مزدوروں کو اتنا معاشی نقصان نہ اٹھانا پڑے جو انہیں وباء کے پھیلاؤ سے روکنے کے لیے درکار خودساختہ تنہائی اختیار کرنے سے ڈرائے۔

صحت عامہ کے ماہرین کی ملازمین سے اپیل ہے کہ وہ وباء کے پھیلاؤ کی روک تھام کے لیے گھر میں رہ کر کام کریں۔ مگر فیلڈ جیسے کہ پرچون فروشی، ذاتی خدمات، عارضی روزگار اور غیررسمی شعبوں میں رہ کر کام کرنے والے کروڑوں مزدور گھر میں رہ کر کام کرنے کی تجویز پر عملدرآمد کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ان شعبوں میں، روزگار کے حالات زیادہ غیریقینی ہیں، معاوضے کم ہوتے ہیں، اور بعض ملکوں میں مزدوروں کو تنخواہ کے ساتھ بیماری کی چھٹی کے کم مواقع ملتے ہیں۔ خاص طور پر امریکہ جیسے ممالک میں، جہاں کم تنخواہ بیماری کی چھٹی اور صحت کی سہولت کی عدم موجودگی کے ساتھ جڑ جاتی ہے، وہاں مزدوروں کو امداد کی ضرورت پڑے گی۔

ہیومن رائٹس واچ بڑے عرصے سے حکومتوں پر زور دے رہا ہے کہ وہ بمع تنخواہ بیماری و خانگی چھٹی کی ضمانت دیں تاکہ ملازمین اپنے نوزائیدہ بچوں یا بیمار یا عمررسیدہ اہلِ خانہ کی نگہداشت کے لیے یا اپنی صحت کے بڑے مسائل سے نبٹنے کے لیے بغیر ملازمت کھوئے اپنے کام کو کچھ عرصہ کے لیے موقوف کر سکیں۔ کووڈ-19 اور دیگر بیماریاں پھوٹنے کے تناظر میں، بمع تنخواہ بیماری اور خانگی رخصت یقینی بنائے گی کہ بیمار مزدور یا جن کے اہلِ خانہ بیمار ہیں ایسے مزدور گھر پر ٹھہر کر وباء کے پھیلاؤ میں کمی لا سکتے ہیں۔

کئی حکومتیں تمام مزدوروں کو بمع تنخواہ بیماری رخصت کی ضمانت دیتی ہیں۔ دیگر، خاص طور پر ترقی یافتہ ممالک میں سے امریکہ اس چیز کی ضمانت نہیں دیتے۔ کم آمدنی والے لوگ، خدماتی مزدور، غیررسمی مزدور، اور عارضی روزگار والے مزدور اُن مزدوروں میں شامل ہیں جنہیں بمع تنخواہ بیماری رخصت ملنے کا امکان بہت کم ہے۔ بمع تنخواہ بیماری رخصت اور خانگی رخصت نہ ہونے کا مطلب ہے کہ کووڈ-19 جیسی بیماریاں پھوٹنے سے غریب اور پسماندہ مزدوروں پر اضافی بوجھ پڑے گا، معاشی ناہمواریاں بڑھیں گی اور صنفی عدم مساوات میں بھی اضافہ ہوگا۔ وباء کے دنوں میں، خودساختہ تنہائی اور سکولوں و نگہداشت کیا داروں کی بندش کے دوران، نگہداشت کی ذمہ داریوں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے بیماری و خانگی رخصت ناگزیر ہے۔

ساز وسامان کی فراہمی کا عالمی نظام پہلے ہی کووڈ-19 سے تعطل کا شکار ہے۔ کووڈ-19 نے اشیا کی پیداوار کم کردی ہے اور فیکٹریوں کی بندش کا سبب بنا ہے۔ خدشہ ہے کہ عالمی معیشت سے جڑے ہوئے پیشوں میں کام کرنے والے مزدور کم اجرت کے عوض جزوقتی کام کرنے پر مجبور ہوں گے یا سرے سے اپنے روزگار سے ہی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

ایک حل یہ ہے کہ ضائع شدہ وقت کی تلافی کے لیے نغدی (کیش) کی براہ راست ادائیگی کی جائے جیسا کہ 2008 کے معاشی بحران کے دوران امریکی حکومت نے کی تھی۔ کم آمدنی والے مزدوروں کو اُس وقت تحفظ کی ضرورت ہوتی ہے جب وہ اپنی بیماری یا اپنے خاندان کے لوگوں کی بیماری کے باعث کام نہیں کر سکتے ہیں اور آجر انہیں فارغ کر دیتے ہیں۔ امداد کے بغیر، یہ مزدور بھاری معاشی مشکلات کا نشانہ بن سکتے ہیں، قرضوں کی عدم ادائیگی کا شکار ہو سکتے ہیں اور گھروں سے بیدخل ہو سکتے ہیں۔ ایسے خاندان جن کے بچے سکول میں مفت کھانا لیتے ہیں یا جو خاندان سے مخصوص سماجی تحفظ کی امداد لیتے ہیں، انہیں سادہ طریقے سے ایک ہی بار نغدی دینے سے ان خاندانوں پر پڑنے والے اثرات کم کرنے میں مدد ملے گی جو پہلے ہی مشکلات کا شکار ہیں اور اب ذریعہ آمدن کی محرومی کے علاوہ اضافی بوجھ تلے بھی آ گئے ہیں، مثال کے طور پر سکولوں کی بندش کی وجہ سے۔

یورپی ممالک بشمول اٹلی، فرانس اور سپین اس پر سوچ بچار کر رہے ہیں یا انہوں نے پہلے ہی خصوصی مالیاتی اقدامات اٹھا لیے ہیں تاکہ مزدوروں، کم آمدنی والے خاندانوں اور چھوٹے تاجروں کو مدد مل سکے۔

آجروں کو محصولات سے غیرمشروط چھوٹ اور ملازمین کو پیرول محصول سے چھوٹ کا استعمال اکثر انتہائی ناقص ہوتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس کا فائدہ اُن لوگوں تک نہ پہنچ سکے جنہیں اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر، بے روزگاری بیمہ پروگرام کی طرح وسیع شدہ سماجی بیمہ پروگرام کے ذریعے مزدوروں کو اس عرصے کے دوران پیرول پر گزارہ کرنے اور معاوضہ لینے کا موقع مل سکتا ہے جس دوران کووڈ-19 وباء کے سبب کام نہیں کر سکتے۔

(انگریزی سے ترجمہ، ہیومن رائٹس واچ)

بلوچ والدین اپنے بچے سکول بھیجنا بند کر دیں!

محمد حنیف

کوئی ضمانت نہیں کہ آپ کے بچے کی جان بچ جائے گی، کوئی گارنٹی نہیں کہ اسے کالے شیشوں والی ویگو اٹھا کر نہیں لے جائے گی۔ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے وہ پہاڑوں پر چڑھ کر ریاست کو نشانہ نہیں بنائے گا اور ایسا کر کے اپنے پہاڑوں پر چڑھنے والے بھائیوں کی زندگی کے عذابوں میں اضافہ نہیں کرے گا۔ لیکن اپنی اولاد کے لیے انسان سب کچھ کرتا ہے تو کیا وہ وقت آ گیا ہے کہ بلوچ والدین اپنے بچوں خاص طور پر بیٹوں کو کالج یونیورسٹی بھیجنے سے پہلے اس بات پر غور کریں کہ اس کا نتیجہ کتنا بھیانک ہو سکتا ہے۔

ایک بلوچ سیانے نے ایک دفعہ جمع تفریق کر کے بتایا تھا کہ جو بلوچ نوجوان کالج یا یونیورسٹی تک پہنچ گیا، اس کی طبعی عمر باقی پاکستانی نوجوانوں کے مقابلے میں نصف رہ جاتی ہے۔

آج سے آٹھ سال پہلے مجھے کوئٹہ کے ایک پرانے دوست اور پاکستان پرست دانشور نے کہا تھا کہ بیٹا ہائی سکول ختم کرنے والا ہے، اسے یہاں سے نکالنا ہے کیونکہ اگر وہ کالج یا بلوچستان یونیورسٹی میں گیا تو چاہے وہ کوئی سیاسی کام کرے یا نہ کرے، امکان ہے کہ وہ ایک دن غائب کر دیا جائے گا اور میں باقی زندگی یا تو ماما قدیر کے مسنگ پرسنز والے کیمپ میں گزاروں گا یا اسلام آباد میں اپنے پرانے دوستوں کو یہ یاد کروانے میں کہ میرا خون وطن دشمن کیسے ہو سکتا ہے۔

ایسے ہی بہت سے اور بلوچ والدین بھی ہیں جن کے پاس خوش قسمتی سے یا کچھ وسائل ہیں کہ وہ اپنا پیٹ کاٹ کر بچوں کو بلوچستان سے باہر یونیورسٹیوں میں بھیجتے ہیں کہ وہ علیحدگی پسندوں کی سوچ سے متاثر نہ ہو جائیں یا کچھ نہ بھی کریں کینٹین میں کسی سیاسی سوچ والے کے ساتھ بیٹھ کر چائے ہی پی لیں اور پھر والدین ساری عمر انتظار کریں کہ بیٹا کالج پڑھنے گیا تھا اتنے سال سے نہیں لوٹا۔ کوئٹہ سے سب سے زیادہ دور اور محفوظ جگہ کون سی ہے۔ اسلام آباد اور وہاں پر ایک محفوظ تر تعلیمی ادارہ کون سا ہو سکتا ہے؟ قائداعظم یونیورسٹی۔

بلوچستان سے دو طالب علم وہاں بھیجے گئے تھے۔ ایسے ہی والدین نے بھیجے ہوں گے جو اپنے بچوں کی جان بھی بچانا چاہتے تھے اور انھیں تعلیم بھی دینا چاہتے تھے۔

شہداد بلوچ اور احسان بلوچ نے اپنے ایم اے قائد اعظم یونیورسٹی سے کیے، گھر کو لوٹے، گذشتہ ہفتے قلات میں گولیاں مار کر ہلاک کر دیے گئے۔

اسلام آباد کی تربیت، جینڈر سٹڈیز کی ڈگری کچھ کام نہیں آئی۔ میڈیا میں یہ پوچھنا تو دور کی بات کہ کب، کیوں اور کیسے، ان کے نام کا ذکر بھی نہیں آیا۔

ہمیں ہمیشہ سے یہ بتایا گیا ہے کہ بلوچستان کا اصل

> اسلام آباد کی تربیت، جینڈر سٹڈیز کی ڈگری کچھ کام نہیں آئی۔ میڈیا میں یہ پوچھنا تو دور کی بات کہ کب، کیوں اور کیسے، ان کے نام کا ذکر بھی نہیں آیا۔

مسئلہ ناخواندگی ہے۔ مجھے شک سا ہو چلا ہے کہ بلوچستان کا اصل مسئلہ تعلیم ہے چاہے وہ تعلیم کسی طلبا تنظیم کے سٹڈی سرکل میں ہو۔

چاہے وہ تعلیم دین اسلام کی ہو (پروفیسر صبا دشتیاری اسلامیات پڑھاتے تھے، ان کے قاتلوں کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا) چاہے وہ تعلیم بلوچستان سے دور اسلام آباد کی ایک یونیورسٹی میں حاصل کی جائے جس کا نام بھی بانی پاکستان کے نام پر رکھا گیا ہو۔ سبجیکٹ بھی کوئی پڑھ لیں۔ جینڈر سٹڈیز میں میں ایم اے کر کے پہلے کتنے پاکستانی دہشتگرد بنے ہیں؟

لیکن اب لگتا ہے کہ اگر آپ بلوچ ہیں اور تھوڑا بہت پڑھ لکھ گئے ہیں تو سمجھیں آپ کی زندگی کی الٹی گنتی شروع ہو گئی۔ گذشتہ ہفتے ہی سویڈن میں غائب ہو جانے والے ہمارے ساتھی اور دوست صحافی ساجد حسین کی لاش ایک دریا سے ملی ہے۔ یہ تو سویڈن کی پولیس ہی تحقیق کر کے بتائے گی کہ یہ ایک حادثہ تھا یا قتل لیکن مجھے ابھی سے لگ رہا ہے کہ اسکی موت کی بنیادی وجہ تعلیم تھی جو اس کے والدین نے اسے بہت شوق سے دلائی تھی۔

اور اس نے بھی اتنا دل لگا کر پڑھا کہ پڑھتا ہی چلا گیا۔ کبھی کسی کتاب سے سر اٹھا کر دوسرے والدین کو نصیحت کرتا تھا کہ بچوں کو اس علیحدگی پسندی کی آگ سے بچاؤ، انھیں پڑھاؤ۔ اب ساجد حسین چونکہ خود پڑھتے پڑھتے ایک داستان سے بن گئے تو کس سے پوچھوں کہ ساجد بھائی یہ شہداد اور احسان کو تو جتنا دور پڑھا سکتے تھے پڑھا دیا تھا، اب کیا کریں۔

اور جو بلوچ کارکن میڈیا سے شکایت کرتے ہیں کہ وہ انکی خبر کیوں نہیں چلاتا تو بھائیو اتنے بھولے بھی نہ بنو۔ جمیل احمد نے سنہ 50 کی دہائی میں بلوچستان میں سرکاری نوکری شروع کی، چیف سیکرٹری کے عہدے تک پہنچے اور آج سے 45 برس قبل لکھی جانے والی کتاب #دی وینڈرنگ فالکن' میں وہ بلوچستان اور میڈیا کے بارے میں لکھتے ہیں۔

بلوچوں کے بارے میں، ان کے مقاصد کے بارے میں، ان کی زندگی اور موت کے بارے میں مکمل خاموشی تھی۔ کوئی ایڈیٹر ان کی بات کر کے سزا نہیں پانا چاہتا تھا۔ پاکستانی صحافی اپنے ضمیر کو تسلی دینے کے لیے جنوبی افریقہ، فلسطین اور فلپائن میں ہونے والے مظالم کا ذکر کرتے ہیں لیکن کبھی اپنے لوگوں پر ہونے والے مظالم کا نہیں۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

انسانی حقوق کے عالمی دن

مئی

3 مئی	آزادی صحافت کا عالمی دن
8-9 مئی	دوسری جنگ عظیم میں جاں بحق ہونے والے افراد کو یاد کرنے اور ان سے یکجہتی کا دن
10- مئی	نقل مکانی کرنے والے پرندوں کا عالمی دن (یو این ای پی)
13 مئی	''ویساک'' پورے چاند کا عالمی دن
15 مئی	کنبوں کا عالمی دن
17 مئی	ٹیلی مواصلات اور معلوماتی اداروں کا عالمی دن (آئی ٹی یو)
21 مئی	بحث مباحث اور ترقی کے لیے ثقافتی تنوع کا عالمی دن
22 مئی	حیاتیاتی تنوع کا عالمی دن
23 مئی	زچگی کے دوران پیدا ہونے والے گھاؤ کے خاتمے کا عالمی دن
29 مئی	اقوام متحدہ کے امن فوجی دستوں کا عالمی دن
31 مئی	تمباکو نوشی کی ممانعت کا عالمی دن

سالانہ رپورٹ
انگریزی میں دستیاب ہے

رپورٹ HRCP کی ویب سائٹ پر بھی دیکھی جاسکتی ہے

www.hrcp-web.org

اردو میں رپورٹ جلد شائع ہوجائے گی

The report can be accessed at:
http://hrcp-web.org/hrcpweb/wp-content/uploads/2020/04/REPORT_State-of-Human-Rights-in-2019-20190503.pdf

ایچ آر سی پی کی کونسل کے انتخابات کا التوا

ایچ آر سی پی کی کونسل کے انتخابات جو 19 اپریل 2020 کو منعقد ہونا طے پائے تھے، کورونا وائرس کی وجہ سے ملتوی کر دیے گئے تھے۔ نئی تاریخ کا اعلان کونسل کی منظوری کے بعد ہوگا۔

افتخار بٹ
چیئرپرسن ایچ آر سی پی انتخابی کمیٹی

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
”ایوان جمہور“ 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15